# فنِ انشا پردازی

سیّد محیُ الدین قادری

# فن انشا پردازی

یعنی

اردو انشا پردازی و تصنیف و تالیف میں کامیابی حاصل کرنے کے

ابتدائی اصول اور عملی طریقے



ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ، ایم اے، پی ایچ ڈی (لندن)

پروفیسر ادبیاتِ اردو جامعہ عثمانیہ

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن

دوسرا ایڈیشن

قیمت عہ

# مصنف کی دوسری کتابیں

اردو کے اسالیب بیان
اردو شہ پارے
روح تنقید
تنقیدی مقالات
عہد عثمانی میں اردو کی ترقی
محمود غزنوی کی بزم ادب
تین شاعر
ادبی تاثرات
حیات محمد قلی قطب شاہ

کلّیاتِ محمد قلی قطب شاہ
حیاتِ میر محمد مومن
ہندوستانی لسانیات
ہندوستانی صوتیات
طلسم تقدیر
گلزار ابراہیم
گارساں دتاسی
سیر گولکنڈہ
گولکنڈے کے ہیرے

# فہرست

(۷)

## مخصوص موضوعوں پر لکھنا

(صفحات ۴۱ تا ۴۴)

ذاتی دلچسپی۔ اپنے مناسب مضمون کی تلاش۔ دیہات کے باشندے اور انشاپردازی۔ تنقیدی مضامین۔ سیرت نگاری۔ خفقان صحت۔ فنی اصطلاحات سے پرہیز۔ انشاپردازانہ خودکشی۔ وسعت دلچسپی

(۸)

## ظرافت نگاری

(صفحات ۴۵ تا ۴۷)

اردو ادب میں ضرورت۔ اردو کے ظرافت نگار۔ پامال مزاحیہ فقروں اور خیالات سے پرہیز۔ اسلوب کی بے تکلفی۔ مزاحیہ تحریروں کا مطالعہ۔ رشید احمد کے مضامین۔ ظریفانہ افسانے۔

(۹)

## موقتی مضامین اور افسانے

(صفحات ۴۸ تا ۵۰)

موسمی تحفے۔ اوائل سال کے موضوع اور اُن کے لیے مواد۔ قبل از وقت تیاری۔ موقتی افسانے۔ رسائل کی خاص اشاعتیں۔

(۱۰)

## عورتیں اور انشاپردازی

(صفحات ۵۱ تا ۵۲)

اردو میں عورتوں کی تحریریں۔ یورپی رسائل میں صنف نازک کا حصہ۔ عورتوں کے لیے

خلاصہ نویسی۔ خاکہ قلمبند کرنا۔ آغازی جملے۔ دلچسپی برقرار رکھنا۔ مضمون کی شکل و صورت۔ عنوان

(۴)

## اسلوب بیان

(صفحات ۳۰ تا ۳۳)

سادگی۔ انتخابِ الفاظ۔ تنوع۔ شگفتگی۔ خود اعتمادی۔ بے لوثی۔ اپنی تحریر سے آپ محظوظ ہونا۔

(۵)

## اُپج پیدا کرنا

(صفحات ۳۴ تا ۳۷)

عام اور پامال لفظوں وغیرہ سے اجتناب۔ نظرِ ثانی کا خیال۔ بعض اردو اور انگریزی انشا پردازوں کی عادت۔ خیالات اور طبیعت کے اثرات۔ موزوں ترین الفاظ کا انتخاب۔

(۶)

## فنِ اجمال

(صفحات ۳۸ تا ۴۰)

تمہید نگاری سے پرہیز۔ غیر ضروری اور ضمنی مباحثہ و خیالات سے اجتناب، اصل موضوع کا خیال ذاتی حالات کا بے ضرورت اندراج۔ بھرتی کے الفاظ کی کاٹ چھانٹ۔

(۱۱)

## بچوں کے لیے لکھنا

(صفحات ۵۳ تا ۵۵)

اردو کا موجودہ ذخیرہ۔ پریوں اور بھوتوں کے قصے۔ مساوات کا لحاظ۔ پند و نصیحت سے اجتناب

(۱۲)

## افسانوں کے خاکے

(صفحات ۵۶ تا ۶۲)

روزناموں کی خبریں۔ خاکوں کی افراط۔ دو نمونے۔ دوسری زبانوں کے افسانوں کا مطالعہ۔ عشقیہ قصے۔ پامال خاکے۔

(۱۳)

## افسانہ لکھنا

(صفحات ۶۳ تا ۶۸)

جذبات یا تیور کی ترجمانی۔ خلاصہ قلمبند کرنا۔ وسط قصہ۔ خاتمہ۔ مکالمہ۔ مثالیں۔

(۱۴)

## اپنے کام پر تنقید

(صفحات ۶۹ تا ۷۱)

مسودے پر چند دنوں کے بعد نظر ثانی۔ مضمونوں کے لیے تنقیدی سوالات۔ افسانوں کے لیے تنقیدی سوالات۔

(صفحات ۶۲ تا ۷۴)

پند و موعظت۔ سیاسی، قومی، مذہبی، اور معاشی مباحث۔ افسانوں میں آغازی جملے۔ المناک منظر۔ پامال اجزا۔

(۱۶)

## کن امور کا خیال رکھیں

(صفحات ۷۵ تا ۷۹)

عام اور علمی معلومات کے ماخذوں کا حوالہ دینا۔ جدید ترین ایڈیشن۔ اردو ترجموں کے ساتھ غیر زبان کی اصل اصطلاح کا اندراج۔ اجنبی ناموں کا املا۔ تاریخوں اور سنوں میں یکسانیت۔ مشہور مصنفوں کے نام کیسا تھ سابقے یا لاحقے

(۱۷)

## اشاعت کے راز

(صفحات ۸۰ تا ۸۱)

جس رسالہ کو مضمون بھیجیں اسکا لحاظ۔ بے وقت مضمون بھیجنا۔ گذشتہ مضامین یا خیالات کی مخالفت۔ مسودہ کی ضخامت اور رسالہ

(۱۸)

## مسودہ کی تشکیل اور مراسلت

(صفحات ۸۲ تا ۸۴)

مسودہ کو ٹائپ کرانا یا خوش خط لکھنا۔ کاغذ کے صرف ایک طرف لکھنا۔ حاشیہ۔ روبکاری کا غذ۔ ضرورت سے زیادہ نفاست اور رنگینی سے پرہیز۔ پورے نام کا اندراج۔ یاددہانی۔ ملاقات۔

(۱۹)

## کتاب لکھنا

(صفحات ۸۵ تا ۸۹)

مکمل مسودہ کی تیاری۔ سرورق کی عبارت اور نام سنہ و تاریخ۔ دیباچہ یا تمہید کی اہمیت

# دیباچہ طبع اول

یہ چھوٹی سی کتاب اِس غرض سے لکھی گئی ہے کہ نوجوانوں میں صحیح ادبی ذوق نشو ونما پائے، وہ انشاپردازی اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اپنی زبان کی سچی خدمت کرنے، اور اس سے لطف اندوز اور مستفید ہونے میں کامیاب ہوسکیں۔

مصنف کو اپنے زمانۂ طالب علمی ہی سے اس قسم کی کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے، اور گزشتہ دس سال کے عرصے میں مضمون نگاری اور تصنیف و تالیف کے علاوہ متعدد رسالوں (مثلاً تحفہ، ارتقا، مجلہ عثمانیہ، مجلہ مکتبہ، دی حیدرآباد میگزین، سالنامہ بزم اردو، سالنامہ سٹی کالج وغیرہ) کی تنظیم، ترتیب اور نگرانی وغیرہ کے سلسلہ میں اُس کا یہ احساس اور شدید ہوتا گیا کیونکہ اس نے یہ معلوم کیا کہ اکثر نوجوان اپنی زبان اور ادب کے پرخلوص ذوق سے بہرہ ور ہوتے ہیں، اور اس کی خدمت کے لیے ہر طرح سے تیار رہنے کے باوجود آخر کار یا تو پست ہمت ہوکر کام چھوڑ بیٹھتے ہیں یا غلط راستے پر پڑ کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔ اِس کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں، مگر سب سے پہلا اور اہم سبب یہی ہے کہ وہ انشاپردازی اور تصنیف و تالیف میں ترقی حاصل کرنے اور اُس سے لطف اندوز یا مستفید ہونے کے طریقوں سے اکثر ناواقف رہتے ہیں۔

قیام یورپ کے زمانے میں اپنے متعلمانہ تجسس اور ذاتی شوق کی بنا پر مصنف نے انشاپردازی اور تصنیف و تالیف سے متعلق کئی انگریزی اور فرانسیسی کتابوں اور رسائل کا مطالعہ کیا اور کچھ عرصے کے لیے فن صحافت کے درس بھی حاصل کیے۔ چنانچہ اسی زمانے میں

اور اس کے مندرجات۔ مقدمہ یا تعارف۔ فصلوں کا آغاز۔ اشاریہ۔

(۳۰)

## کامیابی

(صفحات ۹۰ تا ۹۵)

عمل پیہم۔ پست ہمتی۔ استقلال۔ ناکامیوں سے فائدہ اٹھانا۔ اردو میں موضوعوں کے انتخاب میں آزادی۔ محتاط رہنا۔ غیبی الہاموں کا خیال۔ لکھنے کا وقت۔ روز کا اوسط کام۔ رشک و حسد۔ اپنے کام سے محظوظ ہونا۔

(۳۱)

## مضمونوں اور افسانوں کے لئے عنوانات

(صفحات ۹۶ تا ۱۰۲)

ایسے چار سو عنوانات جو انشا پردازی کا آغاز کرنے والوں کے لئے دلچسپ مضمونوں یا افسانوں وغیرہ کے موضوع ثابت ہو سکتے ہیں۔

---

میں شایع ہوئے پھر جامعہ عثمانیہ میں گزشتہ چار پانچ سال سے طلبۂ اردو کے مضامین اور تصنیفات کے مطالعہ اور نگرانی و اصلاح کے کام اور ادارۂ ادبیات اردو کی ادارت عمومی کے ضمن میں معلوم کیا کہ بعض نوجوانوں میں انشا پردازی اور تصنیف و تالیف کا ایسا خداداد ملکہ ہوتا ہے کہ اگر وہ اس کی ٹھیک طور پر تربیت حاصل کریں اور اس میں دلچسپی لیں تو نہ صرف اردو ادب کو اپنی تحریروں سے فائدہ پہنچا سکتے بلکہ خود بھی اپنی قوتوں سے پوری طرح متمتع ہو سکتے ہیں ان حالات کے لحاظ سے مصمم ارادہ کر لینا پڑا کہ اس موضوع پر اردو میں ایک چھوٹی سی ابتدائی کتاب لکھ دینی چاہیئے۔

اس ارادے کی تکمیل کے لیے اس موضوع سے متعلق اپنے متذکرہ مطبوعہ مضامین اور قدیم مسودوں نیز طلبۂ جامعہ کے مضامین وغیرہ سے متعلقہ ہدایات کو جمع کر کے اُن پر نظر ثانی کی گئی اور انہیں اس کتاب کی صورت میں اس توقع پر مرتب کیا جا رہا ہے کہ اس کے مطالعہ سے نومشق انشا پردازوں کو کامیاب تصنیف و تالیف کرنے اور اپنی تحریروں کی اشاعت کے لئے عملی سہولتیں حاصل ہو جائیں گی۔

آخر میں ان انگریزی اور فرانسیسی کتابوں کے نام درج کرنا بھی ضروری ہے جو اس کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں زیر نظر رہیں:۔

| | | |
|---|---|---|
| (۱) فن تحریر (آن دی آرٹ آف رائٹنگ) | مصنفہ | سر آرتھر کویلر کوچ |
| (۲) تصنیف کا فن لطیف (دی جنٹل آرٹ آف آتھر شپ) | " | سی ای۔ لارنس |
| (۳) فن تحریر کے لیے مشورے (کونسائی سیر لارت دیکریر) | " | گتا و لانسوں |
| (۴) زندگی اور ادب (لائف اینڈ لٹریچر) | " | لفکاڈیو ہیرن |

رفعت منزل۔ سوماجی گوڑہ
۱۹ شوال سنہ ۵۳ھ م ۲۵ جنوری ۱۹۳۵ء

سید محی الدین قادری زور

اکثر لوگوں کو کبھی نہ کبھی ایسی کٹھن گھڑیوں سے سابقہ پڑتا ہے جب کہ انہیں اپنا قلم بے کار اور اپنا دماغ خالی معلوم ہوتا ہے۔ اپنے کاغذ کو سفید اور معرا دیکھ کر وہ بے چین اور فکر مند ہو جاتے ہیں کہ کسی طرح اس پر قلم چلے اور وہ سیاہ ہو جائے۔ ایسے واقعے صرف مدرسہ یا کالج ہی کے زمانے میں نہیں گزرتے کہ کوئی لکھنے پر مجبور ہو اور اسے سجھائی نہ دے۔ بلکہ وہاں سے نکلنے کے بہت بعد بھی دنیا میں لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ بعض کو ملازمت یا کاروبار کے سلسلے میں اپنے حالات و خیالات کا بذریعہ تحریر اظہار کرنا پڑتا ہے۔ بعض چاہتے ہیں کہ کسی عزیز دوست کو خط لکھیں۔ اور کسی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اپنے تجربات اور دلچسپ معلومات کسی روزنامہ یا رسالے کے ذریعہ سے عوام تک پہنچائیں مگر جب لکھنے بیٹھتے ہیں تو انھیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا دماغ بالکل بے کار ہو گیا ہے۔ وہ حیران رہ جاتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ "آخر ہم نے اتنے امتحان کامیاب کیے، بڑی بڑی کتابیں پڑھیں، ایسی ایسی معلومات کے مالک ہیں، اور ایسے ایسے کام کیے ہیں لیکن پھر بھی لکھنا چاہتے ہیں تو قلم آگے کو بڑھتا نظر نہیں آتا۔ اور باوجود خاص توجہ، کوشش اور ارادے کے دو صفحے بھی نہیں لکھ سکتے"۔

واقعہ یہ ہے کہ ہر لائق آدمی لکھ نہیں سکتا۔ وہی شخص لکھ سکتا ہے جس نے لکھنے کی تربیت حاصل کی ہو، اور جس کو اپنے دماغ سے کام لینے کا طریقہ معلوم ہو۔ مگر

لکھنے کے لیے مجبور ہو، اور ایسے اشخاص بہت کم ہیں جو مجبور نہ ہوں، تو اس کو چاہیے کہ اپنے آئے دن کے کام کاج کی سہولت، اپنے مطلب کو خوبی سے ادا کرنے کی قابلیت، اور اس طرح اپنے ہم چشموں میں ممتاز رہنے کی مسرت حاصل کرنے کے لیے لکھنے کی طرف متوجہ ہو۔

بعض حضرات غور و فکر اور خاص علم و فضل میں ایسا تبحر حاصل کر لیتے ہیں، یا اُن کے یہاں دنیا اور اس کے کاروبار کی نسبت ایسی بہترین معلومات، تجربے اور خیالات موجود ہوتے ہیں کہ اگر ان کو بذریعہ تحریر واضح کیا جائے تو نہ صرف دوسرے ان سے مستفید ہوں بلکہ ان کی ذات کو بھی گوناگوں فائدے حاصل ہوں۔ مگر اس قسم کے اکثر لوگ چونکہ لکھنے سے گھبراتے ہیں، (کیونکہ انھوں نے اس کی عادت نہیں کی) اس لیے علم و فضل اور تجربہ و خیالات کے سارے خزانے انھی کے ساتھ دفن ہو جاتے ہیں۔

لکھنا دوسروں کے دماغوں تک اپنا خیال یا پیغام پہنچانے کا بہترین وسیلہ ہے اگر کسی کو اس کا سلیقہ حاصل نہیں ہوا تو اس کا پاکیزہ خیال اور اعلیٰ سے اعلیٰ پیغام بے مصرف رہ جاتا ہے۔ لکھنے کا سلیقہ بعض دفعہ معمولی سے معمولی قابلیت اور عقل و شعور رکھنے والوں کو بھی قابل ترین علماء و فضلاء اور بڑے مفکرین کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔

اگر ادبی اور علمی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو لکھنے کی مشق کرنا اور اس میں کمال حاصل کرنا ہمارا ایک مقدس فریضہ ہے۔ اردو ادب کا عہد ماضی ہر اہل اردو کو لکھنے کا سبق دیتا ہے اس وقت جب کتابت اور اشاعت و طباعت کی کوئی سہولتیں موجود نہ تھیں آج سے تین چار سو سال پیشتر کے اردو مصنفین اور شعرا ایسی ایسی ضخیم اور اعلیٰ درجہ کے کتابیں اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے موجودہ نسلیں درس عبرت حاصل کر سکتی ہیں۔ پھر اس قدیم زمانہ سے لے کر

بہت کم ہیں وہ خوش قسمت جو اس سے واقف رہتے ہیں یہ طریقہ یا تربیت کسی خاص معجزہ یا پُر اسرار وظائف کی پابندی سے حاصل نہیں ہوتی۔ مستقل ارادہ، خاص توجہ اور مسلسل کام کے ذریعے سے ہر شخص اس پر حاوی ہو سکتا ہے۔ آپ مدرسہ یا کالج کے طالب علم ہوں، یا کسی دفتر کے اہلکار، یا کوئی کاروباری آدمی ہر حالت میں ہر جگہ ایک مضبوط ارادہ اور مسلسل محنت کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی۔

ادب یا انشاپردازی محض نظری علم یا سائنس نہیں ہے کہ صرف مطالعہ یا غور و خوض کرنے سے حاصل ہو جائے۔ وہ ایک فن ہے جس کے لیے عمل پیہم اور مسلسل مشق کی ضرورت ہے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مضمون نگاری، یا تصنیف و تالیف یا شاعری میں مدرسہ کی تعلیم یا بعض مخصوص کتابوں کے مطالعہ سے دسترس حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ خیال جتنا عام ہے اتنا ہی غلط ہے۔ ان ذریعوں سے ایک شاعر، ایک مصنف، ایک ناول نویس، یا ایک مضمون نگار بن سکنا اسی طرح دشوار ہے جس طرح کتابیں پڑھ کر بڑھائی یا لوہار بن جانا۔

کسی کتب خانے میں لکڑیوں اور ان کی متفرق قسموں یا اوزار اور ان کے مختلف کام یا بڑھائی کے فن کے متعلق ہمیں بہت سی کتابیں اور رسالے مل سکتے ہیں، اگر ہم ان سب کو پڑھ ڈالیں اور ان میں کے ہر اہم اصول یا گر کو ازبر کر لیں تو کیا ہم اپنے ہاتھ سے ایک اچھی سی میز یا خوشنما کرسی بنا سکیں گے؟

ادبی تخلیق یعنی ادبی مضامین لکھنا اور تصنیف و تالیف ایک ایسا ہنر ہے جو صرف مشق ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اپنی روزمرہ کی زندگی میں کسی نہ کسی غرض سے

اب تک ہمارے اسلاف برابر لکھتے آئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اردو زبان ہندوستان کی جملہ زبانوں میں اپنے کثیر التعداد و بیش بہا اور قدیم ترین ادبی خزانوں کی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اتنی زیادہ کتابیں اور اتنے قدیم زمانے سے مسلسل نہیں لکھی گئیں۔

ایسی صورت میں کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ اپنے اسلاف کے اس اہم کام کو جاری رکھیں اور زمانۂ حال کی سہولتوں اور ضرورتوں کے پیشِ نظر ان کے ادبی کارناموں سے بہتر نہیں تو کم از کم برابر درجہ کی تحریروں ہی سے اپنے ادب میں اضافہ کریں؟ اگر ہم تصنیف و تالیف میں اپنے اسلاف کی سُنّتِ دیرینہ کی پابندی، اور اس علمی و ادبی میراث میں اضافہ کی کوشش نہ کریں تو اردو کو ہندوستان کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں جو اہمیت حاصل ہے وہ اس عہدِ کشمکش میں ہرگز برقرار نہ رہ سکے گی۔

اگر ہمارے نوجوان لکھنے کی عادت ڈالیں اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری رکھیں تو وہ نہ صرف اپنی زبان کا رتبہ بڑھائیں گے بلکہ اپنے ملک کو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں ممتاز کر سکیں گے۔ زبان ملک و قوم کے حالات و خیالات کا آئینہ ہوتی ہے۔ اور اگر اس کا ادبی خزانہ مالا مال ہو، اور اس میں اچھے لکھنے والے برابر پیدا ہوتے رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے باعث ملک و قوم کے وقار میں اضافہ نہ ہو؟

اس قومی اور ملکی نقطۂ نظر کے علاوہ لکھنے میں ذاتی مسرت اور استفادہ کے بھی بہت سے پہلو مضمر ہیں۔ اکثر انسان اپنی روزمرہ کی کاروباری یا دفتری زندگی اور ہر روز کے پامال حالات و واقعات سے گھبرا جاتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے مضمحل قلب و دماغ کو کسی اور کام میں بہلائیں۔ ایسی صورت میں بھی تحریر اور انشا پردازی کا مشغلہ تفریحِ طبع اور دلچسپی کا باعث

ثابت ہوا ہے۔ اکثر حضرات وقت گزاری اور خانگی محبوب مشغلہ کے طور پر انشاپردازی سے محظوظ ہوتے ہیں۔

انشاپردازی ایک ایسی دلچسپ اور خاموش تفریح یا ایسا بے ضرر محبوب مشغلہ ہے جو دوسری قسم کی اکثر تفریحوں اور دل بہلائیوں کے مقابلے میں کئی طرح سے قابل ترجیح ہے۔ اس سے کام کرنے والے کے علاوہ دوسروں کو بھی جو روحانی طمانیت اور جمالیاتی حظ حاصل ہو سکتا ہے بہت کم کسی دوسری تفریح یا دلچسپ مشغلہ سے نصیب ہوتا ہے اس کے لئے لطف حاصل کرنے والے کو کسی طرح کا جسمی، دماغی یا رقمی بار اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں جو دوسری قسم کی اکثر تفریحوں کے لئے لازمی ہے اس کے علاوہ انشاپردازی کے ذریعے سے اکثر دفعہ عزت، اثر، وقار، علم و فضل، اور مال و دولت، غرض وہ تمام ضرورتیں مہیا ہو جاتی ہیں جو دوسری تفریحوں سے شاید ہی حاصل ہو سکیں۔

تفریح طبع کے علاوہ انشاپردازی بطور پیشہ کے بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں متعدد صاحب اقتدار اور سیاسی ہستیاں وہی ہیں جنھوں نے اپنی زندگی انشاپرداز کی حیثیت سے شروع کی تھی۔ انھوں نے صرف اپنے قلم ہی کے ذریعے سے علمی اور ادبی وقار کے علاوہ سیاسی اقتدار بھی حاصل کر لیا۔ خود ہماری زبان اردو میں بھی بعض اصحاب تصنیف و تالیف اور انشاپردازی کی وجہ سے خوشحال اور آزاد زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن یورپ کے مقابلے میں ہمارے ملک میں ابھی ترقی کا بہت بڑا میدان خالی ہے ہمارے لیے انشاپردازی کے ایسے ایسے خزانے اور ذخیرے محفوظ اور مدفون ہیں جنکو نمودار کرنے اور جن سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان (خواہ وہ کسی پیشے سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں) اس طرف متوجہ ہوں، آج ہی سے اپنی فرصت کے اوقات میں کچھ نہ کچھ لکھنا شروع کر دیں اور رفتہ رفتہ اس کی عادت ڈالیں۔

# کیا لکھیں؟

جب کبھی میں نے اپنے احباب سے کچھ لکھنے کی فرمائش کی تو ان کا جواب ہمیشہ اس سوال کی شکل میں نمودار ہوتا رہا کہ "کیا لکھیں"؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری زبان کی اخباری اور رسالہ جاتی زندگی ابھی عالم طفولیت میں ہے ورنہ یہ مسئلہ ایک حد تک خود بخود حل ہو جاتا۔ اور میرے احباب اگر وہ غیر معمولی طور پر کسی خاص مضمون کے ماہر نہ ہوں ایسے موضوع سے اپنے تحریروں کی ابتداء کرتے جو عام پڑھنے لکھنے والوں کے لیے دلچسپی کا باعث بن سکتا ہو۔ ابھی ہم میں سے بہت سوں کو دنیا کی روزمرہ زندگی کی معمولی باتوں ہی کے متعلق معلومات کی ضرورت ہے اور بجائے اس کے کہ اطراف و اکناف کی چیزوں پر کچھ لکھا جائے دور دراز کی اشیاء اور لاینحل مسائل پر قلم فرسائی کرنا نہ صرف اپنی قوتوں کو برباد کرنا بلکہ اپنے ملک و قوم و زبان کو دھوکا دینا ہے۔

ہمارے اکثر ادبی ذوق رکھنے والے نوجوان جب کبھی قلم اٹھاتے ہیں تو ایسے موضوع اختیار کرتے ہیں جن کو صرف علماء اور مخصوصین ہی سمجھ سکتے ہیں، اور جن کی جگہ انسائیکلوپیڈیا میں ہی ہو سکتی ہے نہ کہ اخبار و رسائل میں۔ یہ کس قدر حیرت ناک بات ہے کہ حیدرآباد یا دہلی کا ایک اہل قلم "یونانی مجسموں" "فرانسیسی اخلاقی معیار" "جرمنی کی معاشرتی زندگی" یا "مینجی اور پیکانی رسم الخط" پر تو صفحے کے صفحے سیاہ کر دیتا ہے اور اگر نہیں لکھتا ہے تو "حیدرآباد اور دہلی کے آثار قدیمہ" "مغلوں یا قطب شاہوں کی تعمیری خصوصیات"

"ہماری موجودہ معاشرت کے نقائص" یا "اردو رسم الخط میں اصلاحیں" جیسے موضوعوں پر مضامین ہی نہیں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں!

ایک قدیم طرز کے حیدرآبادی عالم جنھوں نے اردو میں کتابیں لکھ کر اس کی یقیناً خدمت کی ہے کھجور کی کاشت پر مبسوط کتاب لکھتے ہیں، لیکن خدا کے کسی بندے کو اس امر کی توفیق نہیں ہوئی کہ آم یا خربوزے یا سیتا پھل (شریفہ) پر کوئی مضمون یا کتاب لکھے۔

اکثر اوقات دوستوں اور عزیزوں سے گفتگو کرنے کے دوران ہی میں اچھے اچھے موضوع ہاتھ آجاتے ہیں۔ کوئی ایک ہی لفظ بعض دفعہ خیالات کا ایک سیلاب پیدا کر دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ موضوع ہر سمت سے نکلتے نظر آتے ہیں اگر آپ کی نظر تیز ہو اگر آپ کا ذہن اشیا کا عکس لینے کے لیے تیار رہے۔

دن رات کے کام کاج اور کھیل کود کا ہر پہلو موضوع پیش کرنے کے غیر محدود امکانات اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی اس سے فائدہ اٹھائے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے شہر یا گاؤں ہی پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ کتنے مضمون آپ کے ذہن میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ ہمارے شہر کی اہم تجارت (۲) اس کی دلچسپیاں (۳) اس کے بہترین مناظر (۴) اس کی سواریاں (۵) اس کی سب سے بڑی سڑک۔ (۶) ہمارے ہم وطن شعرا (۷) نثر نگار (۸) نقاش (۹) امرا (۱۰) بادشاہ (۱۱) فقیر (۱۲) عمارتیں (۱۳) باغ (۱۴) محلوں اور رستوں کے عجیب و غریب نام (۱۵) رسم و رواج (۱۶) قدیم روایتیں (۱۷) عید اور تہوار (۱۸) حالت معاشی

(۱۹) ہمارا قلعہ (۲۰) ہمارے علاقے کی زبان

اگر آپ حسن اتفاق سے کسی قدیم شہر کے باشندے ہوں تو آپ کو ہر ویرانے میں سبزہ کے ساتھ ساتھ مضمونوں اور افسانوں کے خاکے بھی اگتے ہوئے نظر آئیں گے۔ قدیم آبادیاں افسانوں کے خاکوں سے بھری پڑی ہیں خصوصاً دہلی، لکھنؤ اور لاہور اور ریاست حیدرآباد میں شہر حیدرآباد، اورنگ آباد، گلبرگہ، بیدر، ورنگل، بیڑ، قندھار اودگیر وغیرہ۔ وہ شہر جن کے در و دیوار عظمت ماضی سے صدیوں ہم آغوش رہ چکے ہوں، قصوں کے سرچشمے ہیں۔ اگر آپ کا گاؤں یا محلہ یا اس کا قرب و جوار اور آپکی روزمرہ کی گذرگاہیں کسی موضوع یا افسانوی خاکے سے آپ کی ضیافت کرتی نظر نہیں آتیں تو آپ ٹہلتے ٹہلتے یا گاڑی میں ذرا دور نکل جائیے اور پھر ذوق نظر اور قوت گوش سے کام لیجئے آپ شاید ہی محروم واپس ہو سکیں۔ افسانوں کے نہیں تو کم از کم مضامین کے خاکے تو آپ کو ضرور دستیاب ہو جائیں گے۔

اگر آپ کو اپنے گاؤں یا شہر کی کسی چیز کی نسبت کچھ لکھنے کا شوق نہیں ہے تو موضوع حاصل کرنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ کوئی ایک لفظ لے لیجئے اور پھر اس پر غور کیجئے اور دیکھئے سیکڑوں عنوان آپ کے سامنے کھیلتے نظر آئیں گے۔ مثال کے طور پر صرف ایک لفظ "عورت" کو لیجئے اور دیکھئے اس کے ساتھ کتنے عنوان آپ کے ذہن میں آگئے مثلاً

(۱) عورت پردہ میں (۲) بے پردہ عورتیں (۳) صحیح اسلامی پردہ (۴) ہندوستان اور پردہ (۵) پردہ کی ضرورت (۶) پس پردہ (۷) بے پردہ یورپ (۸) اگر آج پردہ اٹھ جائے

ب (۱) صحیح بیوی (۲) بیوی جو مرد کو مرد بناتی ہے (۳) بیویاں کیا جانتی ہیں۔ (۴) انتظام خانہ داری (۵) ہوشیار بیویاں اور بے وقوف مرد (۶) ہوشیار مرد اور بے وقوف بیویاں (۷) مشہور بیویاں (۸) مشہور آدمیوں کی بیویاں (۹) بیوی کی ضرورت (۱۰) مصنوعی بیویاں (۱۱) چار بیویاں۔

ج (۱) صحیح ماں (۲) مشہور مائیں (۳) مشہور آدمیوں کی مائیں (۴) ماں کی مامتا (۵) بچوں کی پرورش۔

د (۱) کام کی عورتیں (۲) رقاص عورتیں (۳) مشہور طوائف (۴) بھولارن (۵) پنہارن۔ (۶) ماما ئیں (۷) مالنیں (۸) جلد باز عورتیں (۹) کل کی لڑکیاں (۱۰) قدیم وضع کی عورتیں (۱۱) حسین عورتیں (۱۲) رازدار عورت (۱۳) عملی عورتیں (۱۴) کھلاڑی لڑکیاں (۱۵) مرد نما عورتیں (۱۶) مردانہ عورتیں۔

یہ مکمل فہرست نہیں ہے اور نہ کوئی ایک شخص اس کی تکمیل کر سکتا ہے اور اس کے پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ آج ہی بسم اللہ کہہ کر ان تمام عنوانوں پر مضمون نگاری کا قصد شروع کر دیں۔ یہ اور اس قسم کے کئی عنوانوں میں سے اپنے لئے انتخاب کرتے وقت مضمون نگار بہت سوں کو رد کر دیتا ہے کیونکہ ممکن ہے ان کی نسبت اس کی معلومات کم ہوں ان میں سے بعض عنوانات پر لکھنے کے لئے ذاتی تجربے کی ضرورت ہے، اور بعضوں کی نسبت دوستوں یا اہل پیشہ اور ماہرین سے گفتگو کے دوران میں بہت سے نکتے حل ہو سکتے ہیں۔ ان زندہ ذریعوں کے علاوہ فنی کتابوں اور انسائیکلو پیڈیا اور اس قسم کی دوسری

معلوماتی تحریروں سے بھی مدد مل سکتی ہے۔

اس کتاب کے آخر میں بھی اسی فصل کے سلسلہ میں ایک ضمیمہ کے طور پر ایسے سیکڑوں عنوان پیش کیے گئے ہیں جو دلچسپ اور کامیاب مضمونوں، افسانوں بلکہ کتابوں کے موضوع بن سکتے ہیں۔

لکھنے کے لئے موضوع حاصل کرنے کا ایک مفید طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ ایک نوٹ بک ساتھ رکھی جائے اور اس میں قصوں یا مضمونوں کے متعلق جو بھی خیال آپ کے ذہن میں آئے اس کو فوراً قلمبند کر لیجئے تاکہ کسی وقت اس سے کام لے سکیں۔

اگر نوٹ بک ساتھ نہ ہو تو کسی کاغذ کے ٹکڑے پر ایک آدھ لفظ لکھ رکھنا بھی نہایت سود مند ثابت ہوگا۔ اپنے حافظہ پر کبھی بھروسہ نہ کیجئے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ کوئی خیال اس وقت تو آپ کے ذہن میں موجود بلکہ واضح ہو لیکن آدھ گھنٹہ کے بعد بالکل غائب ہو جائے۔ ذہنی نقوش سے زیادہ تحریری نقوش پر اعتماد رکھئے۔ موقع اور وقت پر صرف ایک لفظ یا اشارہ قلمبند کر لینا کافی ہے اور پھر جہاں آپ کو فرصت ملے پورے خیال کو لکھ ڈالیے۔ لیکن اس دفعہ بھی ذہن پر ضرورت سے زیادہ زور نہ ڈالیے ورنہ کام میں ایک طرح کا تکلف اور مصنوعی پن پیدا ہو جائے گا۔

بعض دفعہ رات میں جب نیند اچاٹ ہو جاتی ہے اور انسان بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا ہے اس کا دماغ غیر ارادی طور پر قسم قسم کے مضمونوں اور قصوں کے خاکے پیش کرتا جاتا ہے۔ اس وقت اگر دلچسپ خیال مل جائے تو اس کو جانے نہ دیجئے۔ اس کے ساتھ کھیلئے کوشش کیجئے کہ آپ کا تخیل اس پر روشنی ڈالتا رہے اور اگر اس طریقۂ کار سے کوئی کام کے

مکالمے ترکیبیں یا جملے پیدا ہوتے جائیں تو اُن کو فوراً لکھ ڈالیے۔ ہوشیار انشاپرداز بستر کے

قریب کاغذ اور پنسل رکھا کرتے ہیں۔ بعض اصحاب کے ذہن میں صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد

ناولوں، قصوں، نظموں اور مضمونوں کے متعلق خیالات پیدا ہوتے ہیں لیکن ان میں بہت کم

ایسے ہوتے ہیں جو ان کی نسبت اسی وقت ایک آدھ لفظ لکھ لیتے ہوں۔

غرض اگر آپ سلیقہ اور اصول کے ساتھ خیالات کو قلمبند کر کے جمع کرتے جائیں تو چند

مہینوں میں ایک نہایت اچھے ذخیرہ کے شاد کام مالک ہو جائیں گے اور کبھی خاکوں اور ذخیروں

سے محروم نہ رہ سکیں گے۔

ان موضوعوں سے متعلق جن سے آپ کو دلچسپی ہو اردو اور کسی اور زبان کے اخباروں کے

تراشوں (کٹنگز) یا ایسی عبارتوں کو جو افسانوں یا مضمونوں کے امکانات پیش کرتی ہوں جمع

کرتے رہیے۔ پھر ان تمام کو سادہ کاغذ پر چپکا کر محفوظ کر لیجئے اور فرصت کے اوقات میں ان کو

مضمون وار ترتیب دیتے رہیئے۔ اگر ہو سکے تو اخباری تراشوں کا مرقع یعنی "نیوز پیپر کٹنگ البم"

خرید لائیے اور ان تراشوں کو ان میں محفوظ کر لیجئے۔

# کس طرح لکھیں؟

اُردو پر قابو پانے کے لئے اس کے بڑے بڑے مصنفوں کے کلام کا مطالعہ اور پھر مستقل مشق ان دو باتوں کی سخت ضرورت ہے۔

"جتنا زیادہ تم اُن لوگوں کے کارناموں کا مطالعہ کروگے جو پرعظمت تھے اتنا ہی زیادہ تمھاری قوت ایجاد میں اضافہ ہوگا"

انگلستان کے مشہور نقاش اور نقاد فن سر جوشیا رینالڈ کا قول ہے جو نہ صرف نقاشی بلکہ انشاپردازی پر بھی صحیح طور پر منطبق ہوتا ہے۔

آپ کو اُن اچھے لفظوں کی ایک عمارت بنانی چاہیئے جن سے آپ واقف ہیں۔ انہیں اعتماد کے ساتھ استعمال کرنا سیکھئے اور اس بات کی کوشش کیجئے کہ نئی نئی ترکیبیں بن سکیں اور اس طرح ایک شخصی اسلوب ترقی پاتا ہے۔

بعض اصحاب یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ ایک وسیع لفظی خزانہ جمع کر لینے کا آسان ترین ذریعہ کسی لغت کو زبانی یاد کر لینا ہے۔ لیکن یہ خیال نہایت فریب دہ ہے کیونکہ تنہا الفاظ کو یاد رکھ لینا کافی نہیں ہے انشاپرداز کو چاہئے کہ انہیں دوسرے لفظوں کے صحیح تعلق کے ساتھ معلوم کرے۔

ایسے مصنفوں کی تقلید کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرنی چاہئے جن کا اسلوب خاص اور غیر معمولی خصوصیتوں کا مالک ہو گیا ہو۔ محمد حسین آزاد، ملا رموزی، آغا حیدر حسن یا خواجہ حسن نظامی کے اسلوب کی نقل اُتارنا نہ صرف مشکل بلکہ بے سود ہے اس کے لیے ایک آزاد ایک رموزی ایک حیدر حسن ایک حسن نظامی

ہی کے دل و دماغ کی ضرورت ہے۔ نوجوان انشاپردازوں کو ان مصنفوں کی طرف بڑھنا چاہیئے جن کی زبان میں وضاحت سادگی، جوش، اور فطری انداز تناسب کے ساتھ ظاہر ہوتا رہتا ہو اور جن کی تقلید میں واقعی کامگاری نصیب ہو سکتی ہو۔

اس بارے میں سر سید، شبلی، حالی اور وحیدالدین سلیم زیادہ قابل توجہ ہیں۔ ان کے اسلوب بھی دلچسپ اور پر تنوع ہیں اور وہ بھی اپنے موضوع کو ایک خاص دلچسپ پیرایے میں بیان کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں کی خصوصیات انشاپردازی کے طالب علموں کو یہ سبق سکھاتی ہیں کہ

۱۔ کامیاب انشاپردازی، پڑھنے والے میں دلچسپی پیدا کرنے اور پھر اس کو قایم رکھنے پر منحصر ہوتی ہے۔

۲۔ مطالعہ اس لیے تکلیف دہ نہیں ہوتا کہ ہر صفحہ ایک خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ (اور شبلی حالی اور سلیم کی ایک اور خصوصیت تو یہ ہے کہ وہ ادب اور تاریخ کا سچا ذوق پڑھنے والوں کے دلوں میں موجزن کر دیتی ہیں۔)

اس امر کا افسوس ہے کہ اردو میں ایسے روزناموں اور ہفتہ وار اخباروں کی کمی ہے جن کے مضامین انشاپردازی کے اچھے نمونوں کا کام دے سکتے ہوں اور جن کے مطالعہ سے وہ لوگ سبق حاصل کر سکیں جو ایک سادہ اور فطری اسلوب کی مشق کرنی چاہتے ہوں۔ اور یورپ کی زبان میں ایسے کئی پرچے نکلتے ہیں اور وہاں کے بعض انشاپردازوں نے تو انہی کے مطالعہ سے اپنے ادبی ذوق اور تحریری مشق میں ترقی کی ہے۔

انگریزی زبان میں ٹائمز اور مینچسٹر گارڈین اس لحاظ سے بے حد کارآمد ہیں۔ ان کے

اوسط درجہ کے مقبول پرچوں میں ڈیلی اکسپریس، ڈیلی میل، اور ایوننگ اسٹانڈرڈ، بھی اکثر اوقات نہایت اچھے نمونے پیش کرتے ہیں۔ ہفتہ وار پرچوں کی تو اچھی خاصی تعداد ہے لیکن اسکیچ میں انشاپردازی کے عمدہ نمونے اکثر نکلتے ہیں۔ اردو میں ابوالکلام آزاد کا الہلال، مولانا محمد علی کا ہمدرد، عبدالماجد کا صدق، خواجہ حسن نظامی کا منادی، قاضی عبدالغفار کا پیام اور خلافت کے پرچوں میں اس قسم کی خصوصیتیں جھلکتی رہی ہیں۔ جہاں کوئی اس قسم کا اچھا مقالہ نظر آئے آپ کو چاہئے کہ نہ صرف ایک سے زیادہ مرتبہ اس کو پڑھ جائیں بلکہ اس پر غور کریں کہ اس مقالے کا پورا اثر کس نقطہ پر منحصر ہے اور یہ کہ جملوں کی ترکیبوں اور لفظوں کے استعمال میں کن امور کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ابوالکلام، محمد علی، عبدالماجد، قاضی عبدالغفار اور خواجہ حسن نظامی کی اس قسم کی تحریروں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے سے بھی انشاپردازی کے بہت سے راز بے نقاب ہوسکتے ہیں۔

اگرچہ اعلیٰ درجہ کی ادبی تحریروں کا گہرا بار بار مطالعہ کچھ کم فائدہ مند نہیں لیکن اس سے بڑھ کر کامیاب نتیجے مطلب نویسی کی مشق سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ لفظی خزانے کو وسیع کرنے کا بھی سب سے بہترین ذریعہ یہی ہے۔ دوسرے کی عبارت کو اپنی زبان میں ادا کرنا مطلب نویسی ہے اور ایسا کرتے وقت فن انشاپردازی کے کسی طالب علم کو محض تبدیلی کی خاطر ایسے الفاظ نہیں استعمال کرنے چاہئیں جن سے اصلی عبارت کا مطلب فوت ہوجائے۔ اس طریقہ کار سے اس میں کوئی شک نہیں کہ اصلی عبارت کے اسلوب کی برابری تو نہیں کی جاسکتی لیکن لفظوں کا صحیح استعمال کرنا آجاتا ہے جو اچھی تحریر کی طرف بڑھنے کا پہلا قدم ہے۔

آپ نے اپنی عبارت میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کا اصل عبارت کے الفاظ سے مقابلہ کیجئے اور لغت کی مدد سے دیکھئے کہ دونوں میں کن جزوی امور کا فرق ہے اور کونسا لفظ مطلب کو ٹھیک اور مختصر طور پر ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح کی محنت سے آپ کے لفظی خزانے میں قسم قسم کے لفظوں کا اضافہ ہوتا جائے گا۔

ایک اور طریقہ کار خلاصہ نویسی ہے جس کی وجہ سے نومشق انشاپرداز بہت جلد ترقی کر سکتے ہیں۔ خلاصہ نویسی سے مراد ہے کسی عبارت کے مطلب کو اپنے الفاظ میں مختصر سے مختصر کر کے لکھنا۔ اس سے ضروری اور غیر ضروری الفاظ میں امتیاز کرنے کا مادہ پیدا ہو جائے گا جو ایک اچھے انشاپرداز کے لئے نہایت ضروری ہے۔

عبارت آرائی کی مشق کے ساتھ ساتھ انشاپرداز کو جن امور کی طرف سب سے زیادہ متوجہ ہونا پڑتا ہے ان میں مضمون کا خاکہ، اس کے آغازی جملے، اس کی مسلسل دلکشی، اور سب سے بڑھ کر مضمون کے مناسب ترین اور دلکش عنوان کا انتخاب نہایت اہم ہیں۔

تقریباً ہر کامیاب انشاپرداز اس راز سے واقف ہوتا ہے کہ مضمون لکھنے کے لیے موضوع کا انتخاب کر لینے کے بعد سب سے پہلے اس کو اپنے کام کا ایک خاکہ بنا لینا چاہیئے۔ جس میں وہ دیکھتا ہے کہ زیر بحث موضوع پر کیا کیا لکھا جا سکتا ہے۔ اس خصوص میں آپ اس بات کا ضرور خیال رکھئے کہ خاکہ پر غور کرتے وقت جو جو خیالات دماغ میں جولانی دکھاتے ہیں وہ فوراً قلم بند کر لیے جائیں تاکہ بعد میں ان پر نظر ثانی کر کے اس امر کا تصفیہ کیا جا سکے کہ آیا کسی مضمون میں شامل ہونے کی ان میں سکت بھی ہے یا نہیں۔ نمونے کے طور پر یہاں

حسب ذیل چند جملے پیش کئے جاتے ہیں جو ایک اچھے مضمون کے خاکے کا کام دیں گے۔

وہ کونسی صفات ہیں جو کامیاب آدمی کو ممتاز کرتی ہیں ؟

جوش اور تحریک ۔

استقلال، جرائت، وغیرہ

اس میں آگے بڑھنے کی اہلیت ہوتی ہے اور وہ ایک خاص مقصد کی طرف چلتا ہے۔

وہ تعمیری طریقے پر سوچتا ہے، خیالات حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے اور کام کرنے کے بہترین طریقے ڈھونڈھتا ہے۔ زیادہ جانتا ہے اور زیادہ دیکھتا ہے کیونکہ اس کے خیالات بجائے سنو راستوں کے ایک ہی جانب متوجہ رہتے ہیں۔ اپنے کام کی تہ تک پہنچتا ہے اور دور تک کی سوچ لیتا ہے۔

خاکہ ڈال لینے کے بعد دوسری چیز جس پر انشاپردازوں کی کامیابی کا انحصار ہے اس کے مضمون کے آغازی جملے ہیں۔ پڑھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مضمون کی اچھی ابتدا ہر حال میں لازمی ہے۔ انشاپرداز کو چاہیئے کہ مضمون کی باگ فوراً اپنے ہاتھ میں لے لے۔ بہترین تمہید وہی ہے جو موضوع سے دلچسپی پیدا کر دیتی ہے اور منکشف کرتی ہے کہ مضمون نگار کی نظر میں ایک معین مقصد موجود ہے۔ حسب ذیل دو نمونے ظاہر کر سکتے ہیں کہ متذکرہ بالا موضوع (یعنی کامیاب انسان کو ممتاز کرنے والی صفات) پر کسی مضمون کے ابتدائی جملے کس طرز کے لکھے جا سکتے ہیں۔

(۱) کیا کامیابی کا کوئی راز ہے ؟ کیا اس امر کی کوئی سادہ توضیح کی جا سکتی ہے کہ

کیوں ایک آدمی آگے بڑھ نکلتا ہے اور دوسرا ایک ہی جگہ ساکت رہتا ہے۔

(۲) قمرالدین دفتر میں ملازم ہونے کے چند ہفتوں بعد ہی ترقی پانے والوں کے زمرہ میں شمار کیا جانے لگا وہ ایک زندہ آدمی اور سوچنے اور کام کرنے والا انسان ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جن کا آگے بڑھنا یقینی ہے۔"

جب میں نے پرسوں "مضامین سرسید" میں یہ خیال پڑھا کہ کامیابی کا تعلق محنت اور محض سخت محنت سے ہے تو مجھے متذکرہ بالا جملہ یاد آگیا جو میرے ایک دوست عہدہ دار نے اپنے دفتر کے ایک اہلکار کی نسبت مجھے لکھا تھا۔

مضمون کا ایک جاندار آغاز توجہ پیدا کرنے کا بہترین ذمہ دار ہوتا ہے۔ لیکن دوسرا مسئلہ پڑھنے والے کی دلچسپی کو ہمیشہ برقرار رکھنے سے متعلق ہے۔ یہ ضروری ہے کہ آپ رفتہ رفتہ اپنے طریقۂ تحریر کی گہرائی دکھانے لگیں۔ اگر آپ متذکرہ بالا موضوع پر لکھتے وقت محنت اور اپنی مدد آپ کرو سے متعلق پس پا افتادہ اور معمولی خیالات اور زبان زدِ عوام اقوال پیش کردیں تو آپ کے ناظرین بہت جلد اکتا جائیں گے وہ جس چیز کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ موضوع پر بالکل نئے اور عملی طریقے پر روشنی ڈالی جائے۔ اس بارے میں انشا پرداز کو اس بات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اگر ساتھ ساتھ اپنے ذاتی تجربات بھی پیش کردیئے جائیں تو بیان زیادہ دلچسپ ہو جائے گا۔

خیالات کو ہمیشہ ایک دلکش لباس میں پیش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ یاد رکھیئے کہ مستعملہ اور پامال واقعات بھی دلچسپ بنائے جا سکتے ہیں بشرطیکہ انھیں اچھے فقروں سے

ملبوس کیا جائے۔ اس بات کو بھی شروع سے آخر تک پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر اپنے خیالات اور واقعات کی واضح ترتیب، اور سادہ اور بولتے ہوئے لفظوں کے استعمال ہی سے اپنا گہرا اثر بٹھایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں اور دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ مضمون کی ظاہری شکل و صورت کا دلکش بنانا بھی ضروری ہے طول طویل عبارتوں کے لکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ چھوٹے چھوٹے علیحدہ ٹکڑے زیادہ جاذبِ نظر ہوتے ہیں۔ اگر درمیان میں مختصر ذیلی سرخیاں آتی رہیں تو پڑھنے والے کو جلد بیزار ہونے سے روکنے کا کام انجام دے سکتی ہیں۔

اس امر کی اہمیت سے بھی غالباً ہر شخص واقف ہے کہ مضمون کا عنوان انتہائی جدت و ہوشیاری کا نتیجہ ہونا چاہیے۔ اختصار، وضاحت، اور مناسبت اچھے عنوان کی سب سے اہم خصوصیتیں ہیں۔

اچھا عنوان مصنف کے کارنامے کے لیے بہترین اشتہار کا کام دے سکتا ہے تجربہ کار انشاپرداز اس راز سے بخوبی واقف رہتے ہیں اور ایک ایسا عنوان حاصل کرنے کے لیے جو لوگوں کو ان کا مضمون پڑھنے پر مجبور کر دے ہر طرح کی زحمت اٹھاتے ہیں۔

ایک کامیاب عنوان وہی ہوتا ہے جو دلکش اور مختصر ہونے کے علاوہ اس موضوع کو اچھی طرح واضح کرے جس پر مضمون لکھا گیا ہو۔ بعض وقت اچھے اچھے مضامین بھی عنوان کے بھدے پن کی وجہ سے ناکام پڑے رہتے ہیں اور کوئی ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر مضمون ناقص ہو تو مصنف کو موزوں اور موثر

عنوان ملتا نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی ادبی کاوش معین مقصد کی پیداوار نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کا عنوان ذرا مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ افسانوں یا مختصر قصوں کے خاکے کی کمزوریاں بھی اکثر اسی وقت ظاہر ہوتی ہیں جب مصنف ان کے لیے دلچسپ اور موزوں عنوان حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ کس طرح بھونڈے عنوانوں کو صرف لفظوں اور ترکیبوں کی تبدیلی کے ساتھ پر زور، موثر اور دلکش بنا دیا جا سکتا ہے۔

| بھدے عنوان | موثر عنوان |
| --- | --- |
| زیادہ کھانے کے نقصانات | زیادہ کھانا |
| اچھی غذا پکانے کے طریقے | آپ کی پسندیدہ غذا |
| پردے کی خرابیاں | پس پردہ |
| حالی کی نظم و نثر میں ان کے کردار کے اثرات | حالی کی شخصیت ان کے کارناموں میں |

# اسلوب بیان

انشا پرداز کو اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اپنے خیالات اپنے ہی اسلوب میں ادا کئے جائیں۔ تحریر میں لکھنے والے ہی کی ذات کو ظاہر ہونا چاہئے نہ کہ کسی اور شخصیت کے عکس کو۔ موضوع پر لکھنے کا ایک بالکل نیا طریقہ اختیار کرنے اور ہر لفظ کو اپنی خاص انفرادیت کا ترجمان بنا کر پیش کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے۔

یہ بالکل ٹھیک کہا گیا ہے کہ سادگی اسلوب بیان کی بہترین خصوصیت ہے۔ چھوٹے چھوٹے لفظ استعمال کرنا اور اپنے مطالب کو اس قدر صاف لکھنا کہ پڑھنے والا نظر ڈالتے ہی فوراً سمجھ جائے کامیاب مضمون نگاری کے لئے لازمی ہے۔ جب خود ہماری زبان کا کوئی لفظ ہمارا مفہوم ادا کر سکتا ہے تو غیر زبان کے الفاظ کا استعمال اپنی آپ تحقیر کرنا ہے۔

جو کچھ کہنا ہے اس کی نسبت پہلے ذہن ہی میں تصفیہ کر لینا مناسب ہے۔ اس کے بعد اختصار سے ظاہر کرنے کی طرف توجہ کرنی ہوگی۔ اختصار سے مراد یہ نہیں ہے کہ مطلب

---

نوٹ: اسلوب بیان کی خوبیوں کے معیار اور ان کے حصول کے طریقوں پر مصنف نے اپنی کتابوں "اردو کے اسالیب بیان" اور "روح تنقید" میں تفصیل سے بحث کی ہے نیز اردو کی اکثر کتابوں اور رسالوں میں اسلوب یا طرز بیان پر متعدد مضامین شایع ہو چکے ہیں اس لیے اس کتاب میں اس موضوع پر صرف چند ضروری امور کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جا گیا ہے۔

ہی خبط ہو جائے اپنی بات کو حتی الامکان کم سے کم لفظوں میں پیش کرنے کی کوشش کیجئے۔

مضمون میں تنوع کا پیدا ہونا بھی خوبی کی دلیل ہے۔ ایک ہی لفظ یا فقرہ کا بار بار دہرانا ایک کمزور لفظی خزانہ کا پتہ دیتا ہے اگرچہ آپ کی بے پروائی اور سہل انگاری کا نتیجہ ہی کیوں نہ ہو۔

اعلی انشا پرداز اس بات کا ضرور لحاظ رکھتا ہے کہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے۔ اختصار کی خاطر ایک خیال سے دوسرے خیال تک بغیر کوئی اتصال پیدا کیے پہنچ جانے کا بھی اندیشہ ہے ہمیشہ یاد رکھئے کہ اچھے گتھے ہوئے مضمون میں دلائل روانی کے ساتھ پیش ہوتے رہتے ہیں اور پڑھنے والا انھیں آسانی کے ساتھ سمجھتا جاتا ہے۔

یہ نہایت ضروری ہے کہ مضمون میں رونق اور زندگی پائی جائے۔ اس کا راز صرف اس بات میں مضمر ہے کہ ایسے الفاظ چنے جائیں جو موقع کے مناسب ہوں۔ اچھا انشا پرداز کبھی ٹیڑھی اور بھونڈی فقرہ بازی پر قانع نہیں رہتا۔ وہ ان الفاظ کی تلاش کرتا ہے جو اس کے مفہوم کو قوت کے ساتھ اور فطری طریقے پر پیش کر سکتے ہیں۔

ہر ملک میں خود وہاں کے لوگ ایک زبان کی تشکیل کرتے ہیں جو مختلف علوم و فنون کی جدا جدا اصطلاحوں اور ترکیبوں کی وجہ سے انہی لوگوں تک محدود ہوتی ہے جو ان خاص خاص علوم و فنون میں منہمک رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں تک اس انشا پردازی کا تعلق ہے (جس میں ناول، افسانے، ڈرامے، قصے، یا معاشرتی اور اخلاقی مضامین شامل ہیں) جس کے مخاطب زیادہ تر عوام ہوتے ہیں یعنی جو محض تعلیم یافتہ یا کسی مخصوص طبقہ کے لیے نہیں لکھی جاتی بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم جس کا زیادہ تر حصہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا، اس کو دیکھے اور سمجھے تو ایسی تحریروں

کی خاطر ایک ایسی زبان کا استعمال کرنا غالباً مناسب ہوگا جس کو سب لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہوں اس سے محظوظ ہو سکتے ہوں اور اس کے ایک ایک لفظ، ایک ایک محاورے اور ایک ایک ضرب المثل سے بڑی بڑی ذہنی کائینات قائم کر سکتے ہوں۔ اس کے برخلاف اگر ان کے سامنے معمولی سی باتوں کو بھی کسی دوسری زبان کے الفاظ یا کسی خاص مقام کے ایسے محاوروں، روزمرہ اور ایسی کہاوتوں کے ذریعہ پیش کیا جائے جن سے عام مطالعہ کرنے والے ناواقف ہوں، جنکے سمجھنے کے لیے انھیں لغت یا اصطلاحات کی کوئی کتاب ساتھ رکھنی پڑے تو بھلا وہ کس طرح مستفید ہو سکتے ہیں اور ایسی زبان میں لکھے ہوئے ناولوں، ڈراموں، یا مضامین کو کیونکر توجہ اور دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟

عام مطالعہ کرنے والوں کا سمجھنا تو کجا خود لکھنے والے غیر مقام کے لسانی عنصروں کے بل بوتے پر آزادی کے ساتھ اپنے مطلب کا اظہار نہیں کر سکیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ جس انشاپرداز کو خود اپنی زبان پر قابو نہ ہو وہ اپنے خیالات پر کیا قدرت حاصل کر سکتا ہے؟ جس کو اپنی زبان پر اعتماد نہیں خیالات پر کیونکر ہو سکے گا؟ جب اس کو جگہ جگہ محاورہ کی خاطر رکنا پڑے گا اس کے معانی کی روانی کیونکر قائم رہ سکے گی اور جب لفظی دقتیں اس کے سدراہ رہیں گی اس کی دماغی قوتوں کی سوتیں ہرگز ابل نہ سکیں گی۔

غرض جب آپ کی زیادہ تر قوتیں خاص خاص محاوروں کی بندشوں میں الجھی رہیں گی تو آپ اپنے خیالات و مطالب میں بہت کم نفاست اور گہرائی پیدا کر سکیں گے۔

اپنی کوششوں کو حتی الامکان تکلفات سے باز رکھئے کبھی پڑھنے والوں پر سوالات کی بوچھاڑ

نہ کیجئے اور نہ پند و نصائح کی عادت ڈالیے۔

بعض نو مشق انشاپرداز اپنی علمیت یا کمال کے اظہار کے لئے اپنے خیالات کی اہمیت پر زور دینے لگتے ہیں یا پامال اقتباسات اور عام اشعار اور فقروں کے ذریعے سے پڑھنے والے کو متاثر اور مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس سے اکثر الٹا اثر پیدا ہوتا ہے۔

بہترین اسلوب حاصل کرنے کا ایک اہم راز یہ بھی ہے کہ اپنی تحریر سے انسان محظوظ ہونے کی کوشش کرے۔ لکھنے سے جو بہترین اجر یا انعام ایک انشاپرداز حاصل کرتا ہے وہ دراصل وہ خوشی ہے جو خوبی کے ساتھ لکھنے اور اپنے کام کو کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں حاصل ہوتی ہے۔ بہتر سے بہتر اسلوب پیدا کرنے کی کوشش سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے اس سے بڑے سے بڑا مالدار انسان بھی واقف نہیں ہو سکتا۔ اس کو صرف ایک انشاپرداز یا فن کار کے دل ہی میں ڈھونڈیے۔

عوام میں وہی ادبی کاوشیں مقبولیت حاصل کر سکتی ہیں جن کا اسلوب دلاویز اور قابل توجہ ہو اگرچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اچھی سے اچھی کتابیں نقش و نگار طاق نسیاں سے بڑھ کر حیثیت نہیں پائیں۔ لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اگر بد اتفاقی سے کسی کی نااہل تحریریں مقبولیت حاصل کر لیں تو آپ حسد نہ کیجئے۔ صحیح انشاپرداز یا فن کار کبھی حاسد نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ حسد کرنے لگے تو نہ صرف اس کے ذوق فن پر اثر پڑے گا بلکہ یہ بے سود بھی ہوگا۔ وہ کسی طرح اس کی مقبولیت کو نوچھین نہیں سکتا۔ اس کے لیے صرف یہی تسلی اور انعام کافی ہے کہ وہ خود اپنے کام میں مسرت حاصل کرنا سیکھے اور اس کے اسباب پیدا کرے۔

---

# اُپج پیدا کرنا

جب آپ لکھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو آپ کے قلم سے سب سے پہلے وہی عام لفظ اور جملے نکلتے ہیں جنہیں آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں بار بار سنتے یا پڑھتے ہیں لیکن ان کے استعمال میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس بات کی پیہم کوشش کیجئے کہ اپنے خیالات کو خاص اپنی ہی زبان میں ادا کیا جا سکے۔ پامال اور عام ترکیبوں کا استعمال آپ کی تحریر میں مقناطیسی کشش پیدا نہیں کر سکتا۔

جہاں آپ نے مضمون یا افسانہ لکھ لیا اس پر نظرِ ثانی کیجئے اور دیکھئے کہ اس قسم کی کوئی پامال فرسودہ اور عام طور پر مستعملہ ترکیبیں باقی تو نہیں رہ گئیں۔ ساتھ ہی ہر لفظ کو جانچئے معلوم کیجئے کہ اس میں کہاں تک مناسبت، تازگی اور شگفتگی پائی جاتی ہے۔

اثنائے تحریر اور پھر نظرِ ثانی میں زحمتیں اٹھانا کامیاب انشاپردازی کا ایک بڑا راز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض دفعہ زیادہ کاٹ چھانٹ اور بار بار کی نظرِ ثانی تحریر کی جدت اور دلکشی میں جان باقی نہیں رکھتی لیکن یہ یاد رکھئے کہ بغیر مسلسل محنت اور خاص زحمت کے وہ انشاپرداز جن کی کامیابیاں دنیا میں روزِ روشن بن چکی ہیں اپنی زندگی کو معمولی منشیوں ہی کی حیثیت میں ختم کر دیتے۔ اپج حاصل کرنے کے لیے زحمتیں اٹھانا لازمی ہے۔ بغیر کاٹ چھانٹ، اصلی تخیل، اور سوچ بچار کے ایک فطری و ذاتی اسلوب نہیں بن سکتا اور بغیر ایک فطری اور ذاتی اسلوب کے آپ کی تحریر میں انفرادیت نہیں پیدا ہو سکتی۔ نیز یہ امر ہمیشہ ملحوظِ خاطر رہے کہ انفرادیت فنِ لطیف کے ہر شعبہ اور ہر پہلو میں نئی روح دوڑا دیتی ہے اور اہلِ ذوق اسی کو اچھی چیز سمجھنے لگتے ہیں۔

نوشق انشاپرداز ہمیشہ اس حقیقتِ حال کو مدِنظر رکھیں کہ ہر زبان کے ادبی شہ کار زیادہ تر وہی ہوتے ہیں جن کے لیے ان کے مصنفوں نے خاصہ وقت صرف کیا ہے اور جو کافی محنت اور توجہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ تاریخ ادب اردو پر نظر رکھنے والے اس واقعہ کو نہیں بھول سکتے کہ محمد حسین آزاد جن کی کتابیں آج اردو کے لیے مایۂ ناز ہیں اور اپنے بے نظیر اسلوب کے باعث ادبیاتِ عالیہ مانی جاتی ہیں۔

اپنی تحریریں متعدد بار کاٹ چھانٹ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی بعض تحریروں کے جو مسودے اس وقت موجود ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ایک ایک لفظ کے لیے کتنی محنت اور تلاش اور ذوق ادب سے کام لینا پڑا ہے۔ ایک جملہ لکھنے کے بعد جب اسے دو دو تین تین دفعہ کاٹنے کی ضرورت پڑتی اور اس جملہ کے اطراف کی خالی جگہ ان کے مرممہ جملوں سے بھر جاتی تو وہ مجبور ہو کر اس جملہ پر کاغذ کی ایک چیپی لگا دیتے۔ اکثر دفعہ تو ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی جملہ کے لیے پے در پے کاغذ کی کئی کئی چیپیاں لگائی گئی ہیں۔

یہی غیر معمولی محنت اور توجہ تھی جس کی بنا پر آج آزاد کا اسلوب بے نظیر سمجھا جاتا ہے اور دوسرے انشاپردازوں کے لیے ناقابل تقلید ہے۔

یہی حال اردو کے ایک بہت بڑے ادیب شبلی نعمانی کی تحریروں کا ہے۔ ان کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ اپنے ذاتی مسودوں کی (طباعت کے لیے کتابت ہو جانے کے بعد بھی) کاپیوں اور پروفوں کو نہایت احتیاط اور توجہ سے دیکھتے تھے اور ایک ایک لفظ میں ترمیم کرتے تھے۔

یہ تو ہماری زبان اُردو کا ذکر تھا۔ دنیا کی دوسری زبانوں میں اگر اس قسم کے واقعات کی تلاش کی جائے تو سیکڑوں مثالیں دستیاب ہو سکیں گی اور ان کے ذکر کرنے کے لئے ایک علٰحدہ کتاب کی ضرورت ہوگی۔ تاہم ان حضرات کی خاطر جو ہر خیال کا ثبوت انگریزی زبان کے کسی مصنف یا کتاب سے حاصل کرنا چاہتے ہیں دو چار مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

سب سے واضح مثال گزشتہ صدی کے سب سے بڑے انگریز شاعر لارڈ ٹینی سن کے کلام کی ہے۔ وہ اپنی نظموں میں اس قدر ترمیم کیا کرتا تھا کہ جب کبھی اس کے کلیات کی نئی طبع (ایڈیشن) شائع ہوتی تو اس کی اکثر نظمیں بہت کچھ تبدیل شدہ شکل میں پائی جاتیں۔

دوسری مثال انگریزی کے ایک بہت بڑے نثر نویس کارلائل کی تحریروں کی ہے۔ وہ اپنی آخر دم تک اتنی تبدیلیاں کیا کرتا تھا کہ آخر کار خود اہل مطبع اس کی کتابوں کے شایع کرنے سے احتراز کرنے لگے تھے۔

لندن کے مشہور آفاق برٹش میوزیم میں کئی مصنفوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے متعدد مسودے موجود ہیں جن پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے اور مشاق انشاپردازوں نے بھی ایک ایک سطر میں کئی کئی بار ترمیمیں کی ہیں۔

وحیدالدین سلیم فرمایا کرتے تھے کہ انھوں نے اخبار کے لیے کوئی مضمون ایسا نہیں تیار کیا جس پر تین تین چار چار دفعہ نظر ثانی نہ کرنی پڑی ہو۔ کمزور ترکیبوں کے دور کرنے جملوں میں جان ڈالنے بھونڈی صفتوں کو ہٹا کر طافتور اور واضح صفتوں کے شامل کرنے بھدے فعلوں کو بدلنے اور ہر جملہ کی موسیقیت کے خوشگوار بنانے کی مشق اور مسلسل مشق سے ان کے اسلوب میں انتہا کی سادگی، جوش اور موسیقیت پیدا ہوگئی تھی۔ وہ اپنے شاگردوں کے مضمونوں میں بھی انہی خصوصیات کے لحاظ سے کاٹ چھانٹ کیا کرتے تھے اور اس بارے میں اس قدر شدت پسند تھے کہ بعض دفعہ طالب علم ان کے یہاں سے اپنے کام کی نسبت نہایت مایوس کن احساسات کے ساتھ واپس ہوتے تھے جب میں اپنی تصنیف "روح تنقید" کے حصے سنانے کے لیے ۱۹۲۳ء میں کالج کے وقت کے بعد ان کے یہاں جایا کرتا تھا تو ان کے ہر بارے اور بعض دفعہ ہر جملے کے دُہرا دُہرا کر سننے اور ترکیبوں کی تبدیلی سے اس قدر اکتا جاتا تھا کہ مکان جاتے وقت تمام راستہ اسی کشمکش میں گزر جاتا تھا کہ کل مولوی صاحب کے یہاں کتاب سنانے جاؤں بھی یا نہیں۔

اسی سلسلے میں نئے انشاپردازوں کی تسلی کے لیے اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ یہ زحمت اور کاٹ چھانٹ ایک عرصے کے بعد غیر ضروری ہو جاتی ہے۔ مسلسل مشق کی وجہ سے کہنہ مشق انشاپرداز اس قابل ہو جاتے ہیں کہ بغیر جھجک اور روک ٹوک کے بہتر سے بہتر عبارتیں لکھ سکیں اور گو اس وقت اعلیٰ نتیجے صرف چند ہی گھنٹوں میں نمودار ہو سکیں گے لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ نمودار کرنے کی یہ قوت کئی برسوں کی پیہم زحمت کا نتیجہ ہے۔

آپ کے خیالات جس طرح کے ہوتے ہیں آپ کا قلم انھیں اسی طرح کی زبان میں قلمبند کرتا ہے۔ اگر آپ کا دماغ دقیانوسی خیالات سے معمور ہو اور پرانی لکیروں کا فقیر بنا رہے اور پھر آپ کو اپنی تحریر میں تازگی یا جدت کے آثار نظر آئیں تو سمجھ لیجئے کہ یا تو آپ دھوکا کھا رہے ہیں یا آپ کی تحریر ایک معجزہ ہے۔

اگر آپ کا ذہن تھکا ہوا یا سست ہو گیا ہو تو آپ کی تحریر میں شگفتگی ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی۔ اپنے خیالات کو ہمیشہ نئے نئے اور غیر معمولی راستوں سے باہر لائیے اور اپنے ذہنی پیکروں کو ہر وقت نئے لباس میں ملبوس کیا کیجئے۔

پیش پا افتادہ ترکیبیں اور قدیم روایتی جملے عام طور پر آدھے خیالات کے حامل ہوتے ہیں۔ ہوشیار انشا پردازان کے مطلب سے واقف ہو جاتا ہے لیکن انھیں اپنی تحریر میں گھسنے نہیں دیتا۔ بلکہ ان کی جگہ چند ایسی نئی نئی اور تازہ ترکیبوں کو روشناس کرتا ہے جو اس کے کلام میں انفرادیت اور قوت پیدا کر دیتی ہیں۔

فرانس کا ایک مشہور فن کار فلابیرٹ وہاں کے ایک بہترین فسانہ نگار گی دے موپاساں کو مشورہ دیتا ہے کہ

ہر اس بات پر جسے کوئی شخص ظاہر کرنا چاہتا ہے کافی توجہ کے ساتھ نظر ڈال لینی چاہئے اور کافی عرصے تک، تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ اس میں کوئی ایسا پہلو ہے جس کو اب تک کسی نے یا تو نہیں دیکھا یا ظاہر نہیں کیا۔ سب سے چھوٹی شئے میں بھی کوئی نہ کوئی بات ایسی موجود ہے جو نامعلوم ہے اس کو دریافت کرو۔ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو اس کے ظاہر کرنے کے لیے ایک ہی اسم ہوگا اس میں روح پھونکنے کے لیے ایک ہی فعل ملے گا اور اس کو واضح کرنے کے لیے صرف ایک ہی صفت ہوگی۔ پس ڈھونڈو حتیٰ کہ وہی اسم، وہی فعل اور وہی صفت دستیاب ہو جائے۔ کبھی "تقریباً" پر قانع نہ رہو کبھی لفظی چال نہ چلو خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، اور مشکل دور کرنے کے لئے زبان کی بیہودگیوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ، یہ ہے طریقہ اپج حاصل کرنے کا۔

# فن اجمال

اپنی پیدا کرنے کی کوشش کے بعد انشا پردازی کا سب سے اہم گر جس کا سیکھنا ہر نومشق کے لئے ضروری ہے مختصر سے مختصر طریقہ پر اپنے خیالات کو ادا کرنے سے متعلق ہے۔ خواہ آپ مضمون لکھیں یا افسانہ اگر کم سے کم لفظوں میں اپنے مطلب کو ادا کر سکیں تو آپ کی تحریر کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جتنا زیادہ کسی مسودہ میں آپ کاٹ چھانٹ کریں گے اتنا ہی آپ کی تحریر پڑھنے والوں کی دلچسپی کو برقرار رکھے گی اور ان کی تعداد میں اضافہ کرے گی۔

نومشق انشاپردازوں کی سب سے بڑی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنے موضوع پر فوراً اظہار خیال شروع نہیں کر دیتے بلکہ طویل سے طویل تمہیدیں قلمبند کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے موضوع کو روشناس کرنے کے لیے لازمی ہے کہ چند ابتدائی جملے ایسے ضرور لکھے جائیں جن سے اگر اپنی قوت تحریر ظاہر نہ ہوتی ہو تو کم از کم پڑھنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرے موضوع کا مالہ و ماعلیہ کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کی جملہ تمہیدیں اور طویل آغازی بیانات بالعموم مصنف کے احساس پستی کو واضح کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت کر دیتے ہیں کہ لکھنے والے میں ابھی یہ قدرت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ راست موضوع پر خیال آرائی شروع کر دے۔

اعلیٰ پایہ کے انشاپرداز کبھی تمہیدیں یا مضمون کے درمیان غیر ضروری بیانات اور مباحث لکھ کر اپنا اور پڑھنے والوں کا وقت ضائع نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف نئے انشاپرداز کی طبیعت کا اقتضا ہی یہ رہتا ہے کہ وہ غیر ضروری امور کو شامل کرنے لگتا ہے اور معمولی معمولی مختصر خیال کے لئے طویل سے طویل جملے اور ضرورت سے زیادہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ اکثر نئے مضمون نگار اپنی تحریروں کو مختصر کرنے میں آسانی سے کامیاب بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ جب کبھی اس غرض سے مضمون پر نظر ثانی کرتے ہیں تو انھیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ہر جملہ کارآمد اور ضروری ہے۔ اس لیے ہر نومشق انشاپرداز کو چاہیئے کہ وہ بار بار اپنے مضمون کو

پڑھے اور اس وقت تک مطمئن نہ ہو جب تک کہ اس کے مضمون کے دو چار ابتدائی جملے کٹ نہ جائیں۔ اپنے مضمون یا مقالے کے اصل موضوع یا اپنے افسانے کے صحیح نقطۂ عمل اور نہج ارتقا کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے۔ ان کا خیال چھوڑا اور بھٹکے۔ خاص کر جدید ترین رجحانات اور معیار ادب کے لحاظ سے ضمنی اور طفیلی باتوں یا خیالات کا اظہار مصنف کی روشن خیالی پر دھبہ لگاتا ہے۔

اگر آپ یہ خیال کریں گے کہ ذیلی اور ضمنی باتوں کی وضاحت سے اپنی ہمہ دانی اور قوتِ تحریر کا مظاہرہ کروں اور چونکہ بعض اعلیٰ پایہ کے قدیم مصنفین نے بھی اسی طرح اپنی وسعت معلومات کا سکہ بٹھایا ہے اس لیے میں بھی کامیاب رہوں گا تو سمجھ لیجیے کہ آپ گمراہی کی طرف مائل ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ کسی سادہ لوح پڑھنے والے پر آپ کی وسعت معلومات کا رعب چھا جائے لیکن یہ یقینی ہے کہ ہر صاحب ذوق آپ کی تحریر کا مطالعہ ختم کرنے سے پہلے ہی آپ کی انشاپردازی کے متعلق سوء ظن پیدا کرے گا اور سمجھ جائے گا کہ آپ میں ابھی لکھنے کا سلیقہ نہیں پیدا ہوا ہے۔

بعض نومشق انشاپردازوں کو ایک اور غلط فہمی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں اپنی ذات یا شخصیت کے اظہار کو دلچسپی کا باعث سمجھتے ہیں اور جگہ جگہ اپنے تجربات یا ذاتی حالات کے اظہار کے لیے عمداً اپنا ذکر لے آتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ طریقہ کار ایک تو لایعنی طوالت کا موجب ہوتا ہے اور دوسرے اس کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ ان کو ابتدا سے خودنمائی کی عادت نہ پڑ جائے۔ پڑھنے والے ان دونوں باتوں سے ناخوش ہوتے ہیں۔ اس لیے سوائے اس فسانے کے جس میں صیغۂ متکلم سے کام لیا جا رہا ہو نوآموز مصنف کو کہیں اپنی ہستی ظاہر نہ کرنی چاہیئے۔

آخر میں اس امر کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے کہ اکثر چھوٹے چھوٹے الفاظ بڑے بڑے مطالب پر حاوی ہوتے ہیں اور یہ انشاپرداز کا اولین فرض ہے کہ انھیں تلاش کرے۔ ہمیشہ ایسے جامع الفاظ کا انتخاب کیجیے جو آپ کے خیالات اور مطالب کا بوجھ اچھی طرح برداشت

کر سکتے ہوں۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں کہ آپ کے جملوں میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو آپکا مطلب واضح کرنے کے لئے ضروری نہیں اور بھرتی کے الفاظ سمجھے جائیں۔

اکثر دفعہ زیادہ سے زیادہ مشہور اور پختہ کار مصنف بھی اپنی تحریروں کو بھرتی کے لفظوں سے اس وقت تک محفوظ نہیں رکھ سکتے جب تک کہ ان کی نظر ثانی اس بیکار عنصر کو نکال باہر نہ کرے۔ بہت سے اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز نظر ثانی دیا کاٹ چھانٹ، میں اصل لکھنے سے زیادہ وقت صرف کرتے ہیں اور یورپ کے ایک مشہور زندہ ادیب کے متعلق تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس وقت تک اپنے کام سے مطمئن نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے افسانے کے مسودہ کا آدھا حصہ تلف نہ کر دیتا ہو۔

# مخصوص موضوعوں پر لکھنا

جب آپ انشاپردازی کے لئے موضوع اور خیالات کی تلاش کر رہے ہیں تو بہت جلد معلوم کرلیں گے کہ کم از کم ایک موضوع ایسا ضرور ہے جس کی طرف آپ بے تحاشا بڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ اس خاص موضوع کے متعلق آپ کی معلومات یا تجربے نسبتاً زیادہ ہوں گے اور جنھیں بیان کرنے میں آپ کو کسی قسم کی رکاوٹ یا زحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یا وہ ایک ایسا موضوع بھی ہوسکتا ہے جس میں یا جس کے متعلقہ امور میں آپ کو انشاپردازی شروع کرنے سے بہت پہلے ہی سے دلچسپی رہی ہو۔ اب آپ سوچیں گے کہ آیا میں ایسے موضوع کے لئے خود کو وقف کردوں؟ اور واقعہ یہ ہے کہ کبھی نہ کبھی آپ کے ذہن میں یہ خیال ضرور ٹکرائے گا کہ آیا کسی ایک ہی موضوع کا مخصوص انشاپرداز بننا ضروری ہے یا نہیں۔

یورپ کے اکثر بہترین ادیبوں کی رائے ہے کہ انشاپردازی کی ابتدا کرنے والا اپنی دلچسپی کے مطابق کسی موضوع کو اپنے لئے مخصوص کرلے تو زیادہ مناسب ہے۔ ان کا یہ مشورہ اس خیال پر مبنی ہے کہ انشاپرداز ایسے خیالات اور معلومات کے ساتھ اپنی تحریروں کا آغاز کرتا ہے جو جانے بوجھے ہوتے ہیں اور جو راہ و رسم انشاپردازی سے اس کو آسانی کے ساتھ روشناس کرا سکتے ہیں۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ لکھنے والا جب کسی موضوع سے پہلے ہی سے واقف ہوتا ہے تو اس کی نسبت کامل وثوق اور خوداعتمادی کے ساتھ لکھ سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بغیر وثوق اور خوداعتمادی کے کوئی انشاپرداز اپنی تحریروں کو کامیاب نہیں بنا سکتا۔

یہ بہت ممکن ہے کہ آپ کو ابتدا میں کوئی ایسا موضوع نظر نہ آئے جس کی طرف آپ شوق سے بڑھ سکیں لیکن آپ کو چاہیے کہ اس قسم کا موضوع دریافت کرنے کی کوشش کریں۔

دنیا جہان کے علوم و فنون میں کوئی نہ کوئی شاخ ایسی ضرور نکلے گی جس کی طرف آپ توجہ کرنا چاہیں گے۔ اگر آپ کی زندگی کا کوئی دور دیہات میں گزرا ہو تو آپ کھلے میدانوں سے متعلق اور دیہاتی زندگی اور فن زراعت کے متفرق پہلوؤں پر دلچسپ سے دلچسپ اور مفید مضمون اور افسانے لکھ کر اپنی انشاپردازی کی ابتداء کر سکتے ہیں۔ یا اگر آپ کو مطالعے کا زیادہ شوق ہے تو آپ ہر کتاب کو پڑھنے کے بعد اس کی نسبت اپنے خیال کا اظہار بذریعہ تحریر کر سکتے ہیں اور آپ کی یہ تحریریں خود بخود ادبی انشاپردازی کی شکل میں منتقل ہوتی جائیں گی۔

کتاب کے متعلق لکھنے کے علاوہ خود مصنف کی ذات اور اس کے حالات و خیالات کی نسبت بھی طرح طرح کے دلچسپ مضامین قلمبند کیے جا سکتے ہیں۔ جب آپ کو مطالعہ کا شوق ہے تو مختلف تذکروں اور تاریخی تحریروں میں اور خود مصنف کی تصنیفات سے اس پر لکھنے کے لیے کافی مواد حاصل ہو سکتا ہے۔ اردو میں سیرت نگاری کی طرف ابھی کما حقہ، توجہ نہیں کی گئی ہے بہت سے شاعر اور ادیب ایسے ہیں جن کو روشناس کرنے کی ضرورت ہے اور جن کی وجہ سے کیا تعجب ہے کہ آپ کی انشاپردازی بھی مقبول ہو جائے۔ اکثر زبانوں کی ادبی تاریخ میں ایسے انشاپردازوں کے نام نظر سے گذرتے ہیں جنھوں نے اپنی یا کسی دوسری زبان کے کسی بڑے ادیب اور اس کے کارناموں کو روشناس کرنے یا ان کا ترجمہ کرنے کے سلسلے میں خود بھی شہرت جاودانی حاصل کر لی ہے۔

اردو میں اعلیٰ درجہ کی سوانح عمریاں بہت کم ہیں۔ خاص کر عہد حاضر میں کوئی انشاپرداز ایسا نظر نہیں آتا جو اس طرف متوجہ ہو۔ حالانکہ یہ ایسی صنف ادب ہے جس کی ہمارے ادبی خزانے میں قابل افسوس کمی ہے اور جس کی وجہ سے بہت جلد کسی کی انشاپردازی مقبول ہو سکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کتابی صورت میں طویل سوانح عمریاں ہی لکھیں۔ گزشتہ اور موجودہ شاعروں اور ادیبوں کی حیات یا ان کی زندگی کے کسی نہ کسی

پہلو پر چھوٹے دلچسپ اور پر از معلومات مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے مضامین جو نذیر احمد اور وحید الدین سلیم کے بعض حالات پر لکھے گئے ہیں اسی صنف ادب کے بہترین نمونے ہیں ان کا مطالعہ کیجئے اور اگر آپ کی طبیعت میں ظرافت نہ ہو تو سنجیدہ مضمون ہی میں علمی اور تاریخی دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کیجئے۔

ادبی شخصیتوں پر لکھنے کے علاوہ سیکڑوں تاریخی ہستیاں بھی توجہ کی محتاج ہیں اور ان کی حیات اور کارنامے بھی اچھے اچھے مضمونوں بلکہ کتابوں کے موضوع بن سکتے ہیں۔ ضرورت لکھنے والوں کی ہے دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں مثلاً انگریزی فرانسیسی اور جرمن وغیرہ میں تو موضوعوں کی کمی ہے اور لکھنے والے زیادہ ہیں لیکن اہل اردو بہت خوش قسمت ہیں اور ہماری زبان کے نوجوانوں کو اپنی انشا پردازی میں ترقی اور سرخروئی حاصل کرنے کے ابھی زرین مواقع حاصل ہیں۔

مخصوص موضوعوں سے ابتدا کرنے والوں کو اس بات کا ضرور لحاظ ضرور رکھنا چاہئے کہ فنی اصطلاحوں کی کثرت اور معلومات کے خشک اظہار سے حتی الامکان پرہیز کریں فنی موضوعوں پر دلچسپ پیرائے میں بھی مضمون لکھے جا سکتے ہیں اور یہ ایک طالب علم بھی جانتا ہے کہ دلکشی پیدا کئے بغیر انشا پرداز کو ہرگز مقبولیت حاصل نہیں ہوتی۔

جو لوگ ایسے موضوع اپنے لیے مخصوص کر لیتے ہیں جو عام دلچسپی کا باعث بن سکیں بہت جلد انشا پردازوں کی فہرست میں شامل کر لیے جاتے ہیں اگر ہم میں سے کوئی شخص انسان کی صحت اور اس سے متعلقہ موضوعوں پر شگفتہ اسلوب میں انشا پردازی شروع کر دے تو یقین ہے کہ اس کے مضامین ہر رسالے میں شائع ہو سکیں گے اور پڑھنے والے فرصت اولین میں ان پر نظر ڈالیں گے۔

موضوع مخصوص کر لینے کے بعد کسی شخص کو یہ بھول نہیں جانا چاہئے کہ کامیاب

انشاپرداز وہی ہوتا ہے جس کی دلچسپیاں وسیع ہوں ایک ہی موضوع میں محو ہو جانا، اور زندگی کے عام حالات و خیالات سے قطع نظر کر لینا انشاپردازانہ خودکشی ہے۔ ایک انشاپرداز کے لیے "ہرفن مولا" ہونا سب سے زیادہ کامگاری کی دلیل ہے۔ اس کو چاہیئے کہ کارزارِ ہستی اور اس کے کاروبار پر بے تعصبی کے ساتھ نظر ڈالے اور انسانوں کی روزمرہ کی زندگیوں پر جو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں ان کا گہرا اور ہمدردانہ مطالعہ کرتا رہے۔ معلومات کے اضافے اور وسیع نظری میں ہمیشہ چولی دامن کا سا تعلق رہا کرتا ہے۔ جو انشاپرداز صحیح طور پر ترقی کرنا چاہتا ہے ہمیشہ ایسے مواقع کا متلاشی رہتا ہے جن کی وجہ سے وہ اپنی دلچسپیوں کے دائرہ کو وسیع تر کر سکے۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے موضوع پر بھی اسی توجہ سے کام کرتا ہے جو بڑے سے بڑے موضوع کے لئے درکار ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیشے کی ہر شاخ کا ایک سچا اور کامیاب مخصوص انشاپرداز بن جاتا ہے۔

---

# ظرافت نگاری

اردو زبان میں صحیح ظریفانہ ادب کی قابل افسوس کمی ہے۔ دکن اور شمال کی اسلامی سلطنتوں کے زوال کے زمانے میں بعض اردو شاعروں نے اس صنف کی طرف بھی کچھ کچھ توجہ کی تھی لیکن زوال آمادہ قوم کا مذاق کچھ ایسا ہوتا جارہا تھا کہ بدقسمتی سے ان شاعروں اور ادیبوں کی اکثر کوششیں مبتذل ہجویہ نظموں کی شکل میں نمودار ہونے لگیں اور اگرچہ اب بھی وہ (مطبوعہ شکل میں یا مخطوطہ کی صورت میں) موجود ہیں لیکن ان کے مطالعہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔

اگر اُس زمانے میں صحیح ظریفانہ اور ہجویہ انداز قایم ہوجاتا تو کوئی تعجب نہیں کہ آج ہماری زبان ظرافت نگاری کے بہترین ذخیرہ کی مالک ہوجاتی اور ایک ضروری صنف پر بری طرح ظلم نہ ہونے پاتا۔

انگریزی حکومت کے بعد برج نراین چکبست اور عبدالحلیم شرر کے ادبی اختلاف آراء نے پھر اس صنف کو روشناس کرایا لیکن اس وقت بھی اس کا خاتمہ تخریبی پہلو کی زیادتی پر ہوا البتہ "اودھ پنچ" نے ایک زمانے تک ظرافت نگاری کا اچھا معیار قائم رکھا اور اس کی کوششیں یقیناً قابل داد ہیں۔ اردو ظرافت نگاری کی تاریخ لکھنؤ کے عظیم الشان انشاپردازوں کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی اور سچ تو یہ ہے کہ انہی سے اس کا آغاز بھی ہوتا ہے۔

مغربی ادب کے عام اثر کے بعد دیگر مقامات کے ادیبوں نے بھی اس صنف انشاپردازی کی طرف توجہ کی اور جن وسیع انشاپردازوں کی تحریروں میں ظرافت کی جھلکیں نظر آتی ہیں ان میں ظفر علی خاں، مہدی حسن افادی، عظمت اللہ خاں، خواجہ حسن نظامی، رشید احمد صدیقی، اور ملا رموزی کے نام خاص طور پر

قابل ذکر ہیں، مہدی حسن اور عظمت اللہ خاں کی جواں مرگی نے اردو ادب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ بہت ممکن تھا کہ ان کا قلم اردو میں اس صنف ادب کے اور بھی قابل تحسین اضافے کرتا۔

متذکرۂ بالا انشاپردازوں کے علاوہ پنجاب اور دکن میں کئی اور ظرافت نگار موجود ہیں مثلاً پطرس، اسلم، آغا حیدر حسن، فرحت اللہ بیگ، تمکین کاظمی وغیرہ جو اردو ادب کے قلیل سرمایہ میں پرلطف اضافے کر رہے ہیں اور موجودہ رفتار ترقی کے لحاظ سے کوئی تعجب نہیں ہے اگر مستقبل قریب میں اردو کا خزانہ اس صنف ادب سے بھی مالا مال ہو جائے۔ مگر ضرورت ہے کہ ہمارے وہ نوجوان جو انشاپردازی سے دلچسپی رکھتے ہیں ظرافت نگاری کی طرف بھی خاص طور پر متوجہ ہوں۔ کچھ عرصہ سے اردو کے روزانہ ہفتہ وار اور ماہوار جریدوں میں کبھی ہماری نظر سے کبھی کبھی ظرافت نگاری کے اچھے نمونے گزرتے ہیں لیکن ان میں ابھی احتیاط اور ترقی کی گنجائش ہے۔

ہمارے ظرافت نگاروں کو اس امر کا خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ اپنی تحریروں کو جا و بیجا اور پامال مزاحیہ جملوں اور فقروں سے معمور نہ ہونے دیں اور نہ ہی خواہ مخواہ مضمون کو طوالت دیں۔ جہاں ظرافت کی دلچسپی کم ہوتی نظر آتی ہے اعلیٰ درجہ کے ظرافت نگار اپنی تحریر کو ختم کر دیتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اس خیال کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ ان کے اسلوب میں کوئی غیر موزونیت اور دلشکن اثرات تو نہیں مرتب ہو رہے ہیں۔

ظرافت نگاری کا ایک اہم راز جس سے نو مشق انشاپرداز اکثر ناواقف ہوتے ہیں اسلوب کی سلامت اور بے تکلفی ہے۔ جہاں ظریفانہ تحریر میں تکلف اور آورد نمایاں ہوا اس کا سارا مقصد فوت ہو گیا۔ کامیاب ظرافت نگار کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ ان کی ظریفانہ تحریریں محنت اور جانکاہی کا نتیجہ ہیں۔

اگرچہ مزاح کے حسن و قبح کا کوئی ایک معیار قرار دینا بہت مشکل ہے تاہم ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان انشاپرداز اپنے ذوق سلیم سے حتی الوسع کام لینے کے علاوہ اس فن سے متعلق

دوسری زبانوں کی معیاری تحریروں کا بھی مطالعہ کریں اور کیا ہی اچھا ہو اگر کوئی باہمت نوجوان مذاق مذاق میں اس فن کے متعلق دوسری زبان کی کسی کارآمد مزاحیہ کتاب کا اردو ترجمہ کردے۔

زبان اردو میں بھی اس صنف انشاپردازی کے متعلق بعض اچھے مضامین شایع ہو چکے ہیں جن میں ظریفانہ مضامین کے متفرق مجموعوں کے مقدمات کے علاوہ پروفیسر رشید احمد صدیقی کے مضامین خاص کر مطالعہ کے قابل ہیں کیونکہ ان میں ظرافت نگاری پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

ظریفانہ مضمون کے لئے موضوعوں کی کوئی کمی نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ کی طبیعت کو اس سے لگاؤ ہے اور آپ بات میں بات پیدا کر سکتے ہیں تو ذرا سی توجہ میں خاطر خواہ کامیاب ہوسکیں گے فن انشاپردازی کے کسی شعبہ میں اس قدر جلد شہرت اور کامگاری نصیب نہیں ہوسکتی۔

ظریفانہ مضمون کے سوا اسی طرز کے افسانے بھی لکھے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ مغربی زبانوں میں اس صنف ادب کو خاص مقبولیت حاصل ہے۔ وہاں ظرافت کے پردے میں بعض ایسی ایسی کام کی باتیں کی جاتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ سیاسی اور معاشرتی مضامین اور تقریروں میں بھی نہیں کی جاسکتیں۔

ظریفانہ افسانہ نگاری کے اصول کم وبیش وہی ہیں جو سنجیدہ فسانوں سے متعلق ہیں جن کا تذکرہ اسی کتاب کے آیندہ صفحات میں درج رہے گا۔ ظریف فسانہ نگار کو گوناگوں آزادیاں حاصل رہتی ہیں۔ وہ اپنے قصہ کا خاکہ بناتے وقت سنجیدہ فسانہ نگار کی طرح قسم قسم کی بندشوں اور پابندیوں میں مقید نہیں رہتا نہ ظرافت کی خاطر اس کو ادھر اودھر بھٹکنے کی گنجائش مل جاتی ہے مگر اس آزادی سے بے جا فائدہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔ اگر آپ کے ظریفانہ افسانے کے واقعات عام انسانی فطرت اور روزمرہ کی زندگی کے مطابق نہ ہوں تو آپ کا افسانہ کبھی مقبول نہیں ہوسکتا۔

---

# موقتی مضامین اور افسانے

اُردو رسالوں اور روز ناموں میں اس صنف انشا پردازی کی طرف کم توجہ کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس قسم کی موقتی مطبوعات کی اہمیت اور مقبولیت زیادہ تر اسی دلچسپ اور مفید جزو پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر آپ ترقی یافتہ زبانوں کے رسالوں یا روز ناموں کو ایک نظر دیکھیں تو معلوم کریں گے کہ ان کا بیشتر حصہ اسی صنف انشا پردازی سے معمور رہتا ہے۔ اگر ہمارے بعض نوجوان انشا پرداز اس طرف متوجہ ہوں تو کوئی تعجب نہیں کہ ہمارے جرائد و رسائل کی غیر معمولی خشک دنیا دلچسپیوں اور زندگی کی لہروں سے معمور ہو جائے اور خود انشا پرداز بھی جلد سے جلد مقبولیت حاصل کر لیں۔

ہر موسم اپنے ساتھ انشا پردازوں کے لیے موضوعوں اور عنوانوں کی ایک خاص فصل کا تحفہ لے آتا ہے اور چونکہ ہر سال دنیا کے حالات و واقعات اور انسانوں کے تجربات و خیالات میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور رہتی ہے اس لیے اس قسم کے موضوع اور عنوان تازہ ترین دلچسپیوں سے بھی محروم نہیں رہتے۔

ابتدائے سال میں جس قسم کے موضوع مقبولیت حاصل کریں گے وہ ان عنوانوں کے تحت شائع کیے جا سکتے ہیں۔

نئے کام۔ نئی امیدیں۔ دیرینہ توقعات۔ سال گذشتہ پر نظر باز گشت وغیرہ

چونکہ مسلمانوں کا نیا سال ماہ محرم سے شروع ہوتا ہے اس لیے اس مہینے کے مناسب تاریخی اور مذہبی مضامین کے علاوہ ایسے معاشرتی، سماجی اور اصلاحی مضامین اور افسانے بھی قلمبند کیے جا سکتے ہیں جن کے عنوان اس قبیل کے ہوں۔

قومی قربانیاں۔ صداقت کا بول بالا۔ شہید وطن۔ زندگی جاوداں۔ حق و باطل کی تمیز وغیرہ۔

چھٹیوں کے زمانہ کی آمد آمد اپنے ساتھ بے انتہا موضوع مثلاً آرام، سیر و سیاحت

تفریح، محبوب مشاغل وغیرہ کی خوش خبریاں لے آتی ہے۔

اس قسم کے موضوعوں پر لکھنے کے لئے بہت کچھ مواد یا سرمایہ تو معمولی اور پیش پا افتادہ ذریعوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن انہی عام اور معمولی باتوں کو اگر ملک و قوم کے جدید ترین رجحانات اور حالات کے مطابق کر کے پیش کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پڑھنے والے شوق سے نہ پڑھیں۔

اس قسم کی انشاپردازی کا سب سے بڑا گر یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے عام پامال اور معمولی امور کے سادہ بیان سے اجتناب کریں۔ لوگ وہ بات سننا نہیں چاہتے جس کو وہ پہلے ہی سے جانتے ہوں پامال واقعات اور عام طور پر جانی بوجھی باتیں لکھنا اور چھپوانا لکھنے والے کی اہمیت میں کمی پیدا کرتا ہے اس کارزار میں وہی انشاپرداز کامیاب ہوتا ہے جو اپنے زیر نظر موضوع کا بالکل نیا پہلو دکھا سکتا ہے یا اس پر جدید طرز سے روشنی ڈالتا ہے۔

اگر ہمارے نوجوان اس صنف انشاپردازی کی طرف متوجہ ہوں تو انہیں ایک چھوٹی سی بات کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہئے جو یوں تو بہت معمولی ہے مگر جس کو بھول جانے سے اکثر دفعہ نومشق انشاپردازوں کو مایوسی اور پست ہمتی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ اس قسم کی تحریریں وقت اور موسم سے ایک عرصہ پہلے ہی مدیروں کے یہاں پہنچ جانی چاہئیں کیونکہ وہ بالعموم اپنی مطبوعات کی ترتیب پیشتر ہی سے کر رکھتے ہیں۔ خصوصاً رسالوں کے مضمونوں کو دو تین ماہ قبل ہی تیار کر لینا چاہئے۔

مضامین کی طرح موقتی افسانے بھی ہمارے انشاپردازوں کی توجہ کے منتظر ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے رسائل و جرائد نے اس قبیل کے افسانوں کو انتہائے عروج پر پہنچا دیا ہے۔ بہار، موسم گرما اور کرسمس کی چھٹیوں کے وقت ہفتہ وار و ماہوار پرچے جس آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتے ہیں اس کی نظیریں ہمارے یہاں بہت کم ملیں گی۔ کچھ عرصے سے پنجاب کے رسالوں نے اس کام کا آغاز کیا ہے۔ لیکن ان میں ابھی بہت کچھ اصلاح و ترقی کی ضرورت ہے۔

مغربی ممالک کے رسالوں کی ان اشاعتوں میں زیادہ تر ایسے افسانے اور مضامین درج ہوتے ہیں جو موسم اور موقع کے مناسب حالات اور واقعات پیش کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں بھی اسلامی عیدوں یا ہندو تہواروں کے وقت جو خاص خاص نمبر شایع کئے جائیں ان میں وہی مختصر قصے زیادہ دلچپی کے ساتھ پڑھے جائیں گے جن کا خاکہ انہی عیدوں یا تہواروں پر رکھا گیا ہو جن میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہوں جو کسی شخص پر اس دن یا اس زمانے میں گزر سکتے ہوں۔

اس قسم کے افسانے یا مضامین لکھنا اگرچہ بظاہر دشوار معلوم ہوگا۔ لیکن اگر ہمارے نوجوان انشاپرداز یورپی رسائل کے سالناموں، یا مخصوص اشاعتوں کا ایک چھوٹا سا ذخیرہ اپنے یہاں جمع کرلیں اور ان کے قصوں کو پیش نظر رکھ کر اپنے ملک کے حالات اور رسم و رواج کے مطابق افسانے تیار کرنے کی کوشش کریں تو چند ہی مشقوں کے بعد کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

# عورتیں اور انشا پردازی

اُردو داں عورتوں کے لیے ایک خوشنما مستقبل انتظار کر رہا ہے۔ لیکن اُن میں ایسی کتنی ہیں جو اس سے ہم آغوش ہونے کی مشتاق ہیں۔ موجودہ نظام تعلیم کے لحاظ سے اردو داں عورتوں کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم بہت کم حاصل ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم تو کجا ہماری اکثر عورتیں دنیا کی روزمرہ کی باتوں سے بھی عام طور پر ناواقف رہتی ہیں اور ان دونوں حالتوں سے زیادہ یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ جو معدودے چند عورتیں پڑھی لکھی ہوتی ہیں ان میں اگر کسی کو انشا پردازی کا شوق بھی ہوتا ہے تو وہ ایسے موضوعوں سے اپنے ذوقِ ادب کو سیراب کرتی ہیں جو نہ صرف ہمارے قدیم معیار شرم و حیا کے اعتبار سے قابلِ ملامت ہیں بلکہ ہماری جدید موجودہ ضروریات کے لحاظ سے بھی امید شکن۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک اردو میں امور خانہ داری تو خیر نسائی زندگی کے کسی شعبے پر بھی ادب نظر نہیں آتا۔

ترقی یافتہ ملکوں میں اس قسم کے ادب کی طرف خاص طور پر توجہ کی گئی ہے۔ وہاں ایسے بے گنتی رسالے چھپتے رہتے ہیں جو صرف عورتوں کے لیے ہوتے ہیں یا جن میں صرف عورتیں ہی لکھتی ہیں اور اس قماش کے رسالوں کی تعداد روز بروز اور بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ان مخصوص پرچوں کے علاوہ قریب قریب ہر روزانہ اخبار میں ایک دو کالم عورتوں کی ضرورتوں یا ان کے مضمونوں کے لیے وقف ہوتے ہیں۔ اسی طرح کامیاب رسالوں کے مدیر یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ان کے ناظرین میں صنفِ نازک کی کس قدر زیادہ تعداد شامل ہے اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اپنی مطبوعات میں نسائی دلچسپی کے خاص خاص اجزا شریک کریں۔ یہی حالت ہمارے یہاں بھی کبھی نہ کبھی پیدا ہوگی اور جلد پیدا ہو سکتی ہے اگر ہماری خواتین اپنی دوسری مشغولیتوں اور آرائش و زیبائش کے اوقات میں سے تھوڑا سا وقت اس کام کے لیے بھی نکال لیا کریں۔

روزمرہ کی ضرورتوں پر لکھنا زیادہ مفید ہے اور جلد مقبولیت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی کا ادبی ذوق اس قسم کے موضوعوں کو معمولی اور خشک سمجھتا ہو تو عورتوں کی عادتوں اور طرز زندگی پر نفسی نقطہ نظر سے دلچسپ افسانے، مضمون، یا قصے لکھے جا سکتے ہیں۔ یہ بہت آسان ہے اگر کسی کو محسوس کرنا اور ظاہر کرنا آتا ہو۔ شادی، بچوں کی پرورش، میاں کے ساتھ دلچسپی، ساس بہو کے تعلقات، لڑکیوں کے کھیل اور بوڑھیوں کے خاص خاص خبط اور وہم وغیرہ ایسے موضوع ہیں جن پر سیکڑوں انداز سے اظہار خیال کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اس خیال پر زور دینے سے کہ ہماری عورتوں کو فی الحال عورتوں ہی کی معاشی ضرورتوں کے مطابق انشاپردازی کرنی چاہیئے ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ وہ دوسرے عام موضوعوں پر قلم ہی نہ اٹھائیں۔ انشاپردازی میں کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ محنت کے ساتھ ساتھ لکھنے والے کو موضوع سے ایک خاص شغف ہو اور اگر صنف نازک میں کسی کو کسی علمی یا فنی مسئلہ سے دلچسپی ہو تو وہ ضرور اس پر اظہار خیال کر کے اپنی انشاپردازی کی ابتدا کر سکتی ہیں۔

یہ تو خیر ابتدا کا ذکر تھا۔ کیونکہ انشاپردازی کا آغاز ایسے ہی موضوعوں سے کرنا چاہیے جن سے خاص دلچسپی ہو۔ لیکن صنف نازک کے جو افراد اس میدان میں قدم رکھ چکے ہوں اور جنھیں اس کے نشیب و فراز سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہو گئی ہو ان کا فرض اولین یہ ہے کہ اپنی صنف سے متعلق فلاح و بہبودی کا خیال رکھیں۔

---

# بچوں کے لئے لکھنا

اس صنفِ ادب کی طرف ہمارے یہاں کچھ توجہ ضرور کی گئی تھی۔ خصوصاً نذیر احمد اور محمد اسمٰعیل میرٹھی وغیرہ کی دو چار کتابیں قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان میں بھی فن کے لحاظ سے خامیاں موجود ہیں۔ ان دو چار کتابوں کے علاوہ اردو میں چند رسالے بھی وقتاً فوقتاً شایع ہو کر بند ہوتے رہے اور یہ سب علامتیں ہیں اس امر کی کہ ہمارے یہاں بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال ابتدا سے قایم ہے۔ گو اس کے طریقے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی نہیں کرتے گئے، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کوششیں ان کارناموں کی مسخ شدہ شکلیں ہوں جو ایشیا کی قدیم قوموں نے اپنی اپنی زبانوں مثلاً سنسکرت، فارسی اور عربی میں اپنی آیندہ نسلوں کی اٹھان کے لیے پیش کیے تھے۔ لیکن چند خاص خاص مثالوں کو چھوڑ کر ہمارے یہ قدیم قصے کہانیاں اس وقت اوراق پارینہ ہی سمجھے جانے کے مستحق ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان انشا پرداز موجودہ صورتِ حالات، اور علوم و فنون کی ترقیوں کو پیش نظر رکھ کر اس صنفِ ادب میں بھی خاطر خواہ اضافہ کریں۔ خاص کر عورتوں کو اس طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے کیونکہ وہ مردوں سے زیادہ اس قسم کی انشا پردازی میں کمال حاصل کر سکتی ہیں۔

ہر زبان میں ایک ایسا دور گزرا ہے جب کہ پریوں اور بھوتوں اور دوسرے فوق فطری عنصروں کے قصے بچوں کی دلچسپی کے لیے تیار کیے جاتے تھے لیکن ترقی یافتہ ملکوں میں اب یہ چیز بالکل متروک ہو گئی ہے۔ جدید انکشافات اور حیرت ناک ایجادات نے بچوں کے خیالات بھوت پریت کی طرف سے ہٹا دیے اور خود ان دلچسپ چیزوں کی جگہ لے لی۔ اب بچے فوق فطری قصوں کے معتقد نہیں ہوتے وہ اب انسانی کارناموں کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسا قصہ بھی جس میں کسی پالتو جانور سے متعلق کسی لڑکے یا لڑکی کی عجیب و غریب مہمات بیان کی گئی ہوں یا جس میں جانوروں ہی کے مہمات درج ہوں

بچوں میں زیادہ مقبول ہوتا ہے۔

بچوں کے لیے لکھتے وقت نئے انشاپرداز کی ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے بڑے پن کو چھپا نہیں سکتا اور اس کا ایک ایک لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کوئی بزرگ اپنے چھوٹے کے لیے لکھ رہا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی چیز کمسن مطالعہ کرنے والے کو رنج نہیں پہنچاتی۔ وہ مساوات کا برتاؤ چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مصنف کی تحریریں بچوں میں زیادہ مقبولیت حاصل کر سکتی ہیں جو خود ایک بچہ بن کر اپنے ساتھی دوسرے بچوں کو قصے سناتا ہو۔ اس کو چاہئے کہ روزمرہ کے حالات اور واقعات پر ایک بچہ ہی کی آنکھ سے نظر ڈالے اور بچوں ہی کے نقطۂ نظر کے مطابق انہیں پیش کرے۔

چھوٹی چھوٹی خوشیاں، تکلیفیں، پریشانیاں، اور واقعات بچوں کے لیے لکھنے والے مردوں یا عورتوں کے لئے اسی طرح اہم ہیں جس طرح خود بچوں کیلئے۔ ساتھ ہی بچوں کی قوت احساس اور قوت اقتباس کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ یہ نہ سمجھئے کہ بچے ہر چیز پر اعتقاد لانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ آپ کے قصہ کا موضوع یا خاکہ کیسا ہی ہو ہمیشہ اس امر کا خیال رکھئے کہ اس کا حقیقت پر مبنی ہونا ضروری ہے۔

پند و نصیحت کو بالکل موقوف کر دینا چاہئے اور یہی وہ خرابی ہے جس کی وجہ سے اردو زبان کی ہر قسم کی اکثر قدیم کوششیں جدید ترین معیار کے لحاظ سے ناقص قرار پاتی ہیں۔ ہر قصے کے آخر میں اس کا نتیجہ بیان کرنا یا نصیحت کا نکالنا بچوں کی سمجھ اور احساس کی تحقیر کرنا ہے۔ وہ اپنے نتیجے نکالنے میں بہت تیز ہوتے ہیں اور ساتھ ہی اس قصہ سے وہ طبعاً ناراض ہوتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ ان پر کوئی نصیحت پھینکی جاتی ہے۔ اگر قصہ سادگی کے ساتھ اور فطری طریقے

مطابق بیان کیا جائے تو بچہ اس سے ایسے ایسے نتیجے نکالے گا جن کی بڑے آدمی اس سے بہت کم توقع رکھ سکتے ہیں۔

بچوں کے لیے قصے یا مضامین لکھتے وقت ہمارے نوجوان انشاپرداز یورپ کے بعض ایسے رسالے بھی پیش نظر رکھ سکتے ہیں جو صرف اسی قسم کا ادب پیش کرتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغ میں نہ صرف بہتر سے بہتر تجویزیں پیدا ہونی جائیں گی بلکہ وہ بعض دفعہ گمراہ ہونے سے بھی بچ جائیں گے۔

---

# افسانوں کے خاکے

ہماری زبان میں ادب کی اس اہم اور مفید صنف کی طرف ابھی ابھی توجہ شروع کی گئی ہے اور اگرچہ دو چار اچھے افسانہ نگار پیدا ہو گئے ہیں لیکن عام طور پر اردو رسالوں میں جس قسم کے افسانے شایع ہوتے رہتے ہیں ان کا مطالعہ ان اصحاب کو ضرور مایوس کر دے گا جو روسی، فرانسیسی یا انگریزی افسانوں کا مطالعہ کر چکے ہوں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے نئے نئے انشاپرداز اور کالجوں کے طالب علم اپنی پوری ادبی قوتوں کے ساتھ اس طرف بڑھیں۔

مختصر قصہ یا افسانے میں عام طور پر صرف ایک ہی واقعہ پیش کیا جاتا ہے انگلستان کے ایک کامیاب فسانہ نگار آر۔ ایچ۔ ڈیوس نے فسانہ پیدا کرنے کا ایک عجیب لیکن کارآمد نسخہ پیدا کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ

"مختصر قصہ میں روزمرہ کی زندگی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہونا چاہئے۔ مثلاً اخباروں ہی کی خبروں میں سے کسی ایک پر قصہ لکھا جا سکتا ہے"۔

چنانچہ اس فسانہ نگار کی عادت تھی کہ روزناموں سے خبریں لے کر ان کے اطراف تفصیل، مکالموں، اور واقعات کو اس طرح کھڑا کرتا تھا کہ وہ خبر ایک اچھا خاصہ فسانہ بن جاتی تھی۔

ایک اور انگریز مقبول فسانہ نگار آین ہیم کا خیال ہے کہ وہ قصہ بنانے کی کبھی کوشش نہیں کرتا بلکہ اس کو بننے کے لئے چھوڑ دیتا ہے جہاں کہیں معمور چائے خانہ یا مجمع عام میں وہ دو تین آدمیوں کو علیحدہ دیکھ پاتا ہے تو ان پر سوچنے لگتا ہے اور ساتھ ہی اس کے ذہن میں قصہ بننا شروع ہو جاتا ہے جس کو وہ قلمبند کر لیتا ہے۔

آپ کہیں ہوں، افسانوں کے خاکے آپ کے اطراف آپ کے سایہ کی طرح موجود

رہتے ہیں۔ وہ انشا پرداز جس کو کائنات کی پامال سے پامال اشیاء میں بھی افسانے نظر آتے ہیں اگر چاہے تو پھولوں کے ایک گجرے یا پان کے ایک بیڑے (گلوری) ہی پر ایک زندہ قصہ بنا سکتا ہے۔ اس کی نظریں ان چیزوں کو چیرتی ہوئی آگے کو نکل جاتی ہیں اور وہ ان مردوں یا عورتوں پر سوچنے لگتا ہے جو انھیں استعمال کرتی ہیں اور پھر ان کی امنگیں اور خلشیں یا ان کی مسرتیں اور پژمردگیاں اس کے تخیلی آئینہ پر منعکس ہونے لگتی ہیں۔

دنیا کے بعض مشہور ترین مختصر قصے صرف معمولی اور پامال واقعات یا کسی بے ڈھب فقرہ یا کسی کتاب یا اخبار کے کسی جملہ پر مبنی ہیں۔ اپنے اطراف و اکناف کی چیزوں پر نظر ڈالتے وقت ہمیں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہم کس طرح ان پر قلم اٹھا سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہمارے یہاں افسانوں کے خاکوں اور اجزا کا ایک ایسا ذخیرہ جمع ہو جائے گا جس کو ہم کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی طریقے سے استعمال کر سکیں گے۔ اگر ہم شہر کے کسی روزنامے میں یہ خبر پڑھیں کہ "ایک شخص چرائے ہوئے ہتھیار فروخت کرنے کے جرم میں چالان عدالت کیا جانے والا تھا لیکن کل پولیس کی حوالات سے فرار ہو گیا" ہمارے ذہن میں قصہ کا ایک نیا خاکہ نہیں بن سکتا کہ:۔

"ضلع کا ایک نوجوان تعلیم کے لئے شہر آتا ہے توقع کے خلاف کالج سے وظیفہ نہیں ملتا شریف بیوہ ماں کی محنت اور مزدوری کی کمائی تھوڑے ہی عرصے میں ختم ہو جاتی ہے۔ طالب علم ماں کو منا پر چا کر خاندانی بے کار پڑے ہوئے ہتھیار فروخت کرنے کے لئے شہر لے آتا اور انھیں سب سے بڑے اور معتبر اسلحہ فروش کو دکھاتا ہے۔ دوکاندار مرعوب کرنے اور ہتھیاروں کو کم قیمت میں خریدنے کی خاطر اس پر چوری کا الزام لگا کر ہتھیار رکھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک اطمینان نہ ہو لے کہ یہ واقعی تمہاری ملک ہے نہ خرید سکتا ہوں اور نہ تمھیں واپس دے سکتا ہوں۔

طالب علم کالج کا پتہ دے کر واپس آتا ہے اور فکر میں ہے کہ اپنی ملکیت ثابت کرے۔ دوسرے دن صدر کالج بلا بھیجتے ہیں۔ ڈرتے ہوئے اجلاس پر پہنچتا ہے اور جب وہاں اسلحہ فروش کو بھی دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ چوری کا الزام ثابت ہو گیا۔

اسلحہ فروش طالب علم کے خاندانی حالات دریافت کرتا ہے اس کو تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ ہتھیار واقعی اس کے مرحوم دادا کے ہیں جو پچاس سال قبل سرکاری کام سے باہر روانہ کیا گیا تھا اور پھر لا پتہ ہو گیا۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم اسلحہ فروش کا بھتیجا ہے۔

کچھ عرصے کے بعد یہ غریب طالب علم اسلحہ فروش کا داماد بن کر اسی عالیشان دوکان کا مالک ہے جس میں اس پر چوری کا الزام لگایا گیا تھا"

اس قصے کو یوں بھی ختم کیا جا سکتا ہے کہ :۔

"اسلحہ فروش جب مختلف ذریعوں سے طالب علم پر ظاہر کرتا ہے کہ اس کی اکلوتی لڑکی سے شادی کرے جو ہوشیار اور خوش رو ہونے کے علاوہ تعلیم یافتہ بھی تھی تو نوجوان صاف انکار کر دیتا ہے کیونکہ اس کو اسلحہ فروش کے ابتدائی برتاؤ کی وجہ سے نفرت ہو گئی تھی، اور پھر ہندوستان کے اکثر جدید خیال نوجوانوں کی طرح اس کا عقیدہ تھا کہ صرف شادی ہی ایک ایسا معاملہ ہے جس میں انسان کو کامل آزادیٔ خیال اور غور و فکر سے کام لینا چاہئیے۔"

روزمرہ کے حالات و واقعات سے افسانوں کے خاکے حاصل کرنے کی ایک اور مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے ایک دوست کی شادی میں محفل رقص و سرود کے مزے اڑا رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ منی جان ہمارے وضعدار ہم جماعت حامد کے ساتھ بے تکلف ہو گئی ہے اور ساتھ ہی ہمارے ذہن میں ایک اچھا خاصہ فسانہ تیار ہو جاتا ہے کہ :۔

"سدی عنبر بازار کی ایک مہ لقا بارہ سال سے ملک کے مالدار طبقے کے ہر نوجوان کے تیر عشق کا ہدف بن چکی ہے اور ہر ایک کے ساتھ کچھ دنوں عہد وفا باندھ کر اس کے

مال و دولت اور عنفوانِ شباب کی بہار لوٹ لینے کے بعد ایسے وقت میں اس کو ٹھکرا دیا کرتی ہے جب اس کی خاطر داریوں کے باعث نوجوان کی جاگیر کورٹ میں داخل ہوگئی ہو یا اس کی املاک ساہوکاروں کے پاس رہن ہوگئی ہوں اور اس کے پاس سوائے مہ لقا کی الفت کے اور کچھ باقی نہ رہا ہو۔

حیدر آباد کے شریف قدیم اور متمول خاندان کا ایک چشم و چراغ امجد بھی آخر کار اس کے پھندے میں پھنس جاتا ہے ملک کے شریف ترین اور اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان اس سے اپنی لڑکی بیاہ دینے تیار ہیں۔ لیکن وہ مہ لقا کے سوا کسی کی طرف رخ نہیں کرتا۔ اس اثناء میں اس کے باپ کا بھی انتقال ہو جاتا ہے اور اب امجد بغیر کسی روک ٹوک کے اپنی تمام دولت عزت و شباب کو مہ لقا پر سے نثار کرنے کا تہیہ کرتا ہے۔ وہ اس وقت امجد کو کامل طور پر لوٹ لے سکتی ہے لیکن اپنے سینے میں ایک غیر معمولی جذبہ محسوس کرتی ہے گھنٹوں اس سوچ بچار میں رہتی ہے کہ آخر کیوں نہ دوسرے بوالہوس اور عیاش نوجوانوں کی طرح اس شکار کو بھی تباہ کر ڈالوں لیکن نہیں! اس کو ایک حیرتناک انکشاف ہوتا ہے۔ اس دفعہ وہ خود بھی اپنے اس شکار کی محبت میں گرفتار ہوگئی ہے۔ اور نہیں چاہتی کہ اپنی طرف سے امجد کو کسی طرح کا نقصان پہنچے، امجد جیسے شخص کے خود جیسی کسبی کے ساتھ ناجائز تعلقات بھی اسے بھلے نہیں معلوم ہوتے، خیال کرتی ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کرلے، لیکن وہ دیکھتی ہے کہ امجد ایک ایسے خاندان کی تنہا یادگار ہے جو شرافت اور اعلیٰ کردار کے لحاظ سے یگانہ وطن تھے اور میں ایک ایسی عورت کی اولاد ہوں جو شاید یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ میرا باپ کون تھا، امجد ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ اپنے اخلاق کی وجہ سے ہم عمروں میں نظیر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ملک کو اس کی ذات کے ساتھ ہزاروں امیدیں وابستہ ہیں اور میں ایک ایسی پیدائشی فاحشہ ہوں کہ اپنے آشناؤں کی فہرست لکھنے بیٹھوں تو اس

ملک کے بیسیوں فرقوں اور سیکڑوں پیشوں میں سے ہر فرقے اور ہر پیشے میں اگر سو پچاس نہیں تو دس بیس تو ضرور نکلیں گے۔

آخر کار وہ امجد جیسے عزیز اور گراں بہا شخص کو اپنی وجہ سے تباہ کرنے کی جگہ خود ایثار کرتی ہے اور اس کی بے انتہا دولت اور اٹھتی ہوئی جوانی کے مزے لوٹنے کی خواہش کو اپنی پہلی اور غالباً آخری محبت کی خاطر قربان کر دیتی ہے۔

امجد نشۂ محبت میں سرشار شادی کی تیاری کر چکنے کے بعد نکاح کا دن مقرر کرنے کی درخواست کرتا ہے، اور مہ لقا صد ہزار ہمت کے ساتھ سخت دل ہو کر جواب دیتی ہے، کہ مجھے تم سے محبت نہیں، میں ایک اور شخص پر مرتی ہوں، امجد سمجھتا ہے کہ مہ لقا کو اس کی محبت پر اعتماد نہیں دوسری دفعہ ایک کاغذ لکھ لاتا ہے جس کی رو سے مہ لقا اس کے تمام مال و دولت اور جائداد کی مالک قرار پاتی ہے۔

مگر وہ دھن کی پکی مہ لقا اپنے صحیح جذبات کو روکنے کی کوشش کر کے امجد کو اس طرح دھتکارتی ہے کہ میں تم سے کسی طرح شادی نہیں کر سکتی کیونکہ میں تمھیں مرد نہیں سمجھتی"

یہ خاکے صرف اس لیے لکھے گئے ہیں کہ ان کو دیکھ کر ہمارے نوجوان فسانہ نگار اندازہ کر سکیں گے کہ واقعی وہ اپنے گرد و پیش کی اشیاء اور روزمرہ کے واقعات ہی میں سے کسی پر دلچسپ افسانہ لکھ سکتے ہیں۔ یہ ایسی پونجی ہے جس سے ہر کس و ناکس مستفید ہو سکتا ہے، اور مجھے بڑا اطمینان ہوا جب میں نے دیکھا کہ کالج کی جماعت کے بعض طلبہ نے اس اشارے سے فائدہ اٹھا کر ایسے قابل تعریف افسانے بھی لکھے جن کے خاکے روزناموں کی خبروں اور کالج کی زندگی سے حاصل کیے گئے تھے۔ یقین ہے کہ اگر اسی طرح مشق جاری رہے اور متعدد افسانے لکھے جائیں تو اکثر نوجوان دماغ اس قابل ہو جائیں گے کہ اپنے ماحول کی ہر چیز میں سے کوئی نہ کوئی افسانہ پیدا کر سکیں۔

مختصر قصوں اور افسانوں کے خاکے حاصل کرنے اور انھیں پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہمارے نئے فسانہ نگار ترقی یافتہ زبانوں (خصوصاً فرانسیسی، جرمن، روسی، اور انگریزی) کے بہترین فسانوں کا گہرا اور نتیجہ خیز مطالعہ کریں، خاص کر حسب ذیل انگریزی اور فرانسیسی انشاپردازوں کے کارنامے اس ضمن میں قابلِ ذکر ہیں۔

انگریزی (۱) ایڈگر ایلن پو (۲) آر۔ ال اسٹی ونسن (۳) رڈیارڈ کپلنگ (۴) ایچ۔ جی ویلس (۵) لیونرڈ میرک (۶) ڈبلیو ڈبلیو جیکبس (۷) برٹن آسٹن

فرانسیسی (۱) والٹیر (۲) بالزاک (۳) اژولا (۴) دودے (۵) اناطول فرانس (۶) موپاساں۔

اکثر نوجوان اپنی فسانہ نگاری کی ابتدا عشقیہ قصوں سے کرتے ہیں اور عام طور پر ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ خاتمہ خیر و خوبی پر مبنی ہو۔ وہ اس مقصد کے حصول کے لیے نہایت سادہ اور پامال طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی خراب کردار اور رجال داستان کو میدان سے بھگا دیتے ہیں (اکثر موٹر کے حادثے کے ذریعے سے یا قانونی سزا سنا کر یا کوئی فوق الفطری سبب پیدا کرکے) یا اپنے غریب ہیرو یا ہیروئن کی قسمتوں میں ایک حیرت انگیز اور اچانک تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں (گھر کے کسی مدفون خزانے کے ذریعے سے یا بالعموم کسی قدیم وراثت کی بے انتہا دولت دلا کر)۔

واقعہ یہ ہے کہ ایسا قصہ لکھنا دشوار ہے جو عام اور پامال خاکوں سے مستغنی اور بلند و برتر ہو۔ اس کے حصول کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ ہمارے انشاپرداز کو ہمیشہ اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسے خاکوں کو ترجیح دے جن میں انسانی زندگی کا کوئی ایسا معمولی واقعہ پیش کیا گیا ہو جو عام نظروں کے لیے ایک سربستہ راز کی حیثیت رکھتا ہو اور جس کی طرف اس کے ساتھیوں کی توجہ شاید ہی منعطف ہو سکتی ہو۔

ترقی یافتہ زبانوں میں آج کل روزمرہ کی زندگی کی نفسی کیفیتوں ہی پر

خاص طور پر توجہ کی جا رہی ہے اور وہاں وہی فسانہ نگار زیادہ مقبول ہو رہے ہیں جو اپنے فسانوں کے ذریعے سے نہ صرف تھوڑی دیر کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں بلکہ خیال کے لیے کچھ غذا بھی بہم پہنچاتے ہیں۔

مضامین کے موضوعوں کی طرح افسانوں کے خاکے بھی معمولی الفاظ پر غور و خوض کرنے اور انھیں ایک دوسرے سے مربوط کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح کے متعدد عنوان اس کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ پیش کئے گئے ہیں جن کے مطالعے سے فسانہ نگاری کا آغاز کرنے والوں کو نئے نئے عنوانوں کے حصول میں سہولت ہوگی۔

# فسانہ لکھنا

مختصر قصہ کی زیادہ تر کامیابی ایک خیال اور محض ایک ہی خیال کو واضح طریقے سے پیش کرنے پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر دنیا کے بہترین قصوں کا کوئی تجزیہ کرے تو معلوم ہوگا کہ ان میں انسان یا انسان کی زندگی کا ایک ایسا اہم واقعہ یا کوئی ایسا انقلابی دور پیش کیا گیا ہے جو اپنی اپنی حد تک مکمل ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ واقعہ پہلے اتنا اہم نہیں دکھائی دیتا تھا اور نہ وہ دور افسانہ نگار کا موضوع بننے سے پہلے دراصل انقلابی سمجھا جاسکتا تھا۔

ہر قصہ انسان کے کسی خیال، جذبہ، تیور، برتاؤ یا عمل کی ترجمانی کرتا ہے اس لیے فسانہ نگار کو اپنے قصے کے لیے ایک ایسا کردار منتخب کرنا چاہیے جس کی خصوصیتوں کو وہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہو ورنہ اس کی تخلیق بے اثر رہے گی اور پڑھنے والے اس کو مصنوعی سمجھیں گے۔ مثلاً کالج کا ایک طالب علم اس رشک و حسد کو کبھی یہ سمجھتے ہوئے طریقہ پر نہیں بیان کرسکتا جو اسی محدود دستر خوان پر ظاہر ہوسکتا ہے جس کے اطراف ہمارے ملک کے چند اہم قومی رہبر جمع ہوں اور جہاں کچھ سنجیدگی اور کچھ ظرافت کے ساتھ ہندوستان کے متعدد فرقوں یا مسلکوں کی نسبت رائے زنی فرمائی جارہی ہو۔ ہاں اگر کسی شخص کو اس قسم کی اہم مجلسوں کی نسبت راست معلومات ہوں تو اس کی کامیابی پر شاید ہی شبہ کیا جاسکے۔ ایک طالب علم اس قسم کے جذبات کو کسی شادی کی دعوت، طلبہ کے کسی اقامت خانے کے ڈنر یا کالج کی کسی تقریب کے عصرانہ کے متعلق نہایت شگفتگی اور زندہ طریقہ پر پیش کرسکے گا۔

فسانہ نگاری شروع کرنے والوں کو سب سے پہلے یہ گر سمجھ لینا چاہیے کہ کامیاب فسانہ نگار لکھنا شروع کرنے سے پہلے اکثر پورا قصہ اپنے ذہن میں دہرا لیتے یا سوچ لیتے ہیں، اور مختصر سا خلاصہ قلمبند کیے بغیر کبھی کام شروع نہیں کرتے۔ نو آموزوں کے لیے تو خلاصہ کا

قلمبند کر لینا نہایت ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے لیے ابتداء میں صبر اور محنت کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ طریقہ کار اختیار کیے بغیر نئے فسانہ نگار اپنے قصوں میں بہت کم تناسب باقی رکھ سکتے ہیں۔ اس کے بغیر نہ تو اشخاص قصہ اپنی اپنی موزوں جگہ حاصل کر سکیں گے، نہ یہ معلوم ہو سکے گا کہ کہاں کہاں خیال میں تبدیلی یا اضافے کی ضرورت ہے، اور نہ تو قصہ ہی صحیح و مناسب حالت اور موقعہ پر انجام پذیر ہو سکے گا۔ ساتھ ہی یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئیے کہ موضوع کچھ ہی کیوں نہ ہو اس کا دلچسپ ہونا لازمی ہے۔ پژمردگی ہر چیز کی موت ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ فسانہ نگار قصہ لکھتے وقت اپنے قلمبند کئے ہوئے خلاصہ کی وفاداری کے ساتھ پیروی کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوران کار میں مصنف کا قلم فطری رجحانات کے مطابق ایسے ایسے خیالات اور واقعات لکھ جاتا ہے جن کا اسے ابتداء میں گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کوئی تعجب نہیں اگر قلم کی یہ آزاد رفتاری بعض وقت ابتدائی سوچے ہوئے خاکے سے بہتر قصہ پیدا کرے۔

قصہ کا خلاصہ قلمبند کر لینے کے بعد اپنے مواد کو موثر ترین طریقے پر استعمال کرنے کی ترکیب حاصل کرنا کامیاب فسانہ نگاری کا دوسرا گر ہے۔ ادبی کارناموں کی سب سے اہم خصوصیت ان کی خوش ترتیبی ہوا کرتی ہے۔ نئے نئے انشاپردازوں کی تحریریں اپنے مصنفوں کا فوراً پتہ دیتی ہیں۔ ایک ہی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ لکھنے والا اپنے سرمایہ کو خوبی و خوش اسلوبی سے استعمال نہیں کر سکا۔ اس گر کے پیش نظر فسانہ نگار کو حسب ذیل امور کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہئیے۔

۱۔ **آغاز**۔ فسانہ کے آغاز کے لیے ایسے اسلوب یا واقعہ کا انتخاب ضروری ہے جو پڑھنے والے کو فوراً متوجہ کر لے۔ نئے فسانہ نگار متوجہ کرنے والے آغازی جملوں سے فائدہ اٹھانے کی جگہ اکثر اس ترغیب کے شکار ہو جاتے ہیں کہ ابتداء میں کوئی طویل اور

دلچسپ منظر پیش کیا جائے یا فلسفیانہ اخلاقی جملے نذر کئے جائیں۔ اس کے برخلاف دنیا کے ایک دو مشہور افسانہ نگاروں کے ان چند آغازی جملوں پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ کامیابی کس طریقہ کار کی قسمت میں لکھی ہے۔

## موپاساں کا قصہ مالا اس طرح شروع ہوتا ہے

"وہ ان حسین اور دلکش لڑکیوں میں سے تھی جو گویا قسمت کی غلطی کے باعث ناموزوں طبقہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے یہاں نہ تو جہیز تھا نہ توقعات اور نہ ہی اس کے یہاں ایسے ذریعے تھے کہ وہ کسی دولت مند یا مشہور آدمی سے تعارف حاصل کر سکتی، قدر کرانی منظور نظر ہوتی یا بیوی بن سکتی۔ چنانچہ اس نے محکمہ تعلیمات کے ایک معمولی منشی کے ساتھ اپنی شادی کرنے کی اجازت دیدی۔"

## او ہنری کا قصہ پیرک ڈسٹ رو کے آغازی جملے یہ ہیں

"بینکر ناراض ہو گیا تھا۔ ایک ایسا آدمی جو ترتیب، مرتبہ، اور دولت میں اس سے کم ہو گالی دے بیٹھتا۔ مگر بینکر نے ہمیشہ ملحوظ رکھا تھا کہ وہ ایک بھلا مانس ہے اور یہ ایسی بات نہ تھی جو بھلے آدمی سے سرزد نہیں ہوتی۔ غرض اس کے چہرے پر صرف ملال کے آثار نمایاں ہو گئے اور وہ فتنہ و فساد کی جڑ یعنی اولڈ پورٹ وکیل (جو بینکر کی جائداد کا ایجنٹ بھی تھا) کے برابر والے آفس میں دوڑا "میں نہیں سمجھتا" بینکر نے کہا "کہ کیوں میں ہمیشہ پیچ در پیچ کاغذات پر دستخط کرتا رہوں۔۔۔"

## انتوں چیخوف کا فسانہ "ہمسائے" اس طرح شروع ہوتا ہے

"پیٹر ایوانسٹین بے حد رنجیدہ تھا۔ اس کی بہن ایک نوجوان دوشیزہ ایک شادی شدہ شخص ولاسیچ کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ مکان ہو یا کھیت ہر جگہ ایک طرح کا ملال اور خاص بے بسی اس پر طاری تھی۔ ان کو دور کرنے کے لئے اس نے اپنی منصف مزاجی اور پرخلوص اعلیٰ خیالات سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہ ہمیشہ آزاد محبت کی مدافعت کرتا تھا۔

مگر سب لاحاصل تھا۔ وہ ہر گھڑی اسی نتیجہ اور اس کے ماخذ تک پہنچتا رہا کہ اس کی بہن نے غلطی کی۔ نیز یہ کہ ولاسیچ اس کی بہن کو بھگا لے گیا اور یہ خیال تکلیف دہ تھا۔

۲۔ وسط قصہ: صورت حالات یا کردار سے پڑھنے والے کو واقف کرنے اور اس کی دلچسپی حاصل کر لینے کے بعد فسانہ نگار کو اپنے خاکے کے ارتقاء کی طرف بڑھنا ضروری ہے۔ یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ ناظرین تشنہ ہی رہیں۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو نئے اہل قلم کے قصوں میں مفقود ہوتی ہے۔ نتیجہ کے متعلق پڑھنے والے کو بے تابی کے ساتھ منتظر بنا دینا اور اس کے اضطراب کو آخر تک برقرار رکھنا فسانے کی عظیم ترین کامیابی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کامیاب فسانہ نگار کا قصہ پڑھے تو وہ دیکھے گا کہ خاکہ ایک ایسے نقطۂ عروج کی طرف بڑھتا جا رہا ہے جو کردار اور موضوع کے مطابق ہے اور جو آخر میں جا کر قصہ کے عمل کو فطری طریقہ پر ختم کر دیتا ہے۔ جو فسانہ نگار تجربہ کار نہیں ہوتے وہ بے کار اور پامال باتوں کا ذکر اور توضیح کرنے کی وجہ سے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد بھی خاکہ قائم رکھتے ہیں اور اس طرح قصہ کی خوبی ملیامیٹ ہو جاتی ہے۔

مشہور فرانسیسی فسانہ "مالا" میں (جس کے آغازی جملوں کا ترجمہ ابھی گذر چکا ہے) ڈرامائی اختصار اور ارتقائے خاکہ کی ہمیں ایک قابل تعریف و تقلید مثال حاصل ہوتی ہے۔ اس قصہ میں ایک خاتون کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی مالدار سہیلی کے یہاں سے کسی تقریب میں پہننے کے لیے الماس کی ایک مالا مستعار لے آتی ہے جو اتفاقاً اس کے یہاں کھو جاتی ہے۔ خاتون بدقت تمام ایک بڑی رقم قرض لیتی ہے اور بالکل اسی وضع کی ایک مالا خرید کر اپنی سہیلی کو واپس کر دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اور اس کا میاں دونوں قرض کا بوجھ اتارنے کے لئے رات اور دن سخت محنت کرتے ہیں۔ ایک عرصے کے بعد جب تمام قرض ادا ہو جاتا ہے، خاتون اتفاقاً اپنی سہیلی سے ملتی ہے اور سارا قصہ بیان کرتی ہے اس کے بعد فسانہ اس جملے پر ختم ہو جاتا ہے۔

"آہ، میری پیاری متھلڈ۔ مگر میرے الماس تو جھوٹے تھے، زیادہ سے زیادہ وہ پچاس روپے کے ہوں گے"۔

۳۔ **خاتمہ**۔ اس میں کوئی تعجب خیز بات ضرور ہونی چاہئے۔ اس کی ایک اچھی مثال بالا مذکورہ بالا کا خاتمہ پیش کرتا ہے۔ اگر کوئی سمجھدار پڑھنے والا خاتمہ پڑھنے سے پہلے اس کو سمجھ لے تو آپ کا مختصر قصہ بالکل ناکام رہا۔ فسانہ نگار کے یہاں آخر تک کوئی نہ کوئی غیر متوقع چیز پوشیدہ رہنی چاہئے اور جہاں راز ظاہر کر دیا قصہ کو ختم کر دینا ضروری ہے۔

بعض دفعہ قصہ کو نامکمل حالت میں ختم کر کے آخر میں نقطے ........ ڈال دینے سے اس کی دلچسپی اور فن کارانہ خوبی کمال کو پہنچ جاتی ہے لیکن اس کے استعمال کے لیے اعلیٰ درجہ کے ذوق اور حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر کہیں کسی نے ایسے موقع پر فسانہ ختم کر کے نقطے ڈال دیے جہاں پڑھنے والے آخری حقیقت کی نسبت ابھی کوئی اندازہ لگانے کے قابل نہ ہوئے ہوں تو پورا قصہ ناقص رہ جاتا ہے۔

۴۔ **مکالمہ**۔ اکثر نئے انشا پرداز "اس نے کہا" وغیرہ جیسے جملے کثرت سے استعمال کرتے ہیں وہ پریشان رہتے ہیں اور انھیں اپنے مکالموں میں اس قسم کے جملوں سے بچنے کی تدبیریں نہیں پڑتیں۔ اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ مکالمہ اس طرح مرتب کیا جائے کہ گفتگو کرنے والا ہر وقت اس کی طرف اشارہ کئے یا اس کی شخصیت واضح کیے بغیر ظاہر ہو سکے۔ جہاں تک ہو سکے اس قسم کے الفاظ یا فقرے استعمال کئے جائیں جو پڑھنے والے کو خاص خاص اسلوب اور طریقۂ اظہار معلوم کراتے ہوں۔

"اس نے شکایت کی" یا "وہ فوراً مان گیا" جیسے جملے یقیناً "اس نے کہا" سے زیادہ موثر اور دلچسپ ہیں۔ اس کے علاوہ حسب ذیل مثالیں بھی اس بارے میں سبق آموز ثابت ہوں گی۔

۱۔ شوکت نے اپنی کتاب میز پر دے ماری "آج سبق کیوں نہیں یاد آتا" وہ جھلایا۔

۲۔ "کیا آپ کی خاطر؟" اس نے طنزاً پوچھا۔

۳۔ ایک حقارت آمیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ بعض لوگ اپنی غلطیوں

کو آخر تک محسوس نہیں کریں گے۔" اس کی زبان سے نکلا۔

۴۔ احمد چلا اٹھا "آپ خود کیا جانتے ہیں۔"

اگر کسی کو سادہ اور فطری مکالمہ نگاری مشکل معلوم ہوتی ہو تو پہلے اردو اور دوسری زبانوں کے مشہور فسانہ نگاروں کے طریقہ کار پر غور کرنا چاہیے اور پھر عوام کی بات چیت کو توجہ سے سننے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ایک اوسط درجہ کا آدمی کبھی اپنی گفتگو میں کوئی خاص اسلوب پیدا کرنے کا خیال نہیں رکھتا۔ وہ سادہ اور سیدھے طریقے پر اپنا مطلب ادا کر دیتا ہے اپنے جملوں کو بغیر غور و خوض کے ادا کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی باتیں روزمروں، محاوروں اور انفرادی اثر سے پُر ہوتی ہیں۔ لیکن اعلیٰ درجہ کے انشاپرداز ان تمام باتوں کو بعینہٖ نہیں لکھ لیتے، انتخاب کرتے رہتے ہیں اور انہی جملوں کو لکھتے ہیں جو ان کے قصہ کے لئے موزوں ہوتے ہیں یا جن کے ذریعے سے وہ اپنے رجال کا کردار واضح کر سکتے ہیں۔

# اپنے کام پر تنقید

جب آپ کسی قسم کا کوئی مضمون یا افسانہ لکھ چکیں تو اس کو چند دنوں کے لئے رکھ چھوڑیئے، اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائیے۔ پھر ایسے وقت جب طبیعت شگفتہ ہو اپنے مسودہ کو نکالیے اور گہری اور تنقیدی نظر سے اس کا مطالعہ کیجئے اس دفعہ آپ کو بہت سی ایسی خامیاں بلکہ غلطیاں نظر آئیں گی جن کی طرف آپ کا ذہن پہلے شاید ہی منتقل ہو سکتا۔

چونکہ نومشق انشا پرداز کو اپنی غلطی کبھی آسانی سے نظر نہیں آتی اس لیے اس موقع پر بھی آپ اپنی تحریر کا بار بار مطالعہ کیجئے اور ان تمام غلطیوں اور کمزوریوں کو دریافت کرنے کی کوشش کیجئے جو اثنائے تحریر میں ممکن ہے غیر ارادی طور پر، آپ کے قلم سے سرزد ہوئی ہوں اور جنھیں آپ اس وقت معلوم نہ کر سکے ہوں۔

اپنے کام پر تنقید کرنا پہلے پہل بہت مشکل ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ آپ بار ہا باوجود کوشش کے ناکام رہیں۔ مگر آپ کو ناامید بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ذیل میں چند ایسے معیاری سوالات بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں جو اکثر مضامین اور افسانوں پر کامیاب تنقیدی نظر ڈالنے میں مدد دے سکیں گے۔ ان کو پیش نظر رکھ کر اپنے مضمون یا افسانے کی جانچ پڑتال کیجئے اور حسب ضرورت اپنی تحریر میں رد و بدل کرنے کے لئے تیار رہیے۔ یقین ہے کہ آپ کے مسودہ کی بہت سی خرابیاں دور ہو جائیں گی۔

## مضمون :-

(۱) عنوان دلکش اور مناسب ہے یا نہیں ؟

(۲) کیا مضمون کا آغاز پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکے گا ؟

(۳) موضوع عام طور پر دلچسپی پیدا کر سکے گا یا نہیں ؟

(۴) کیا اس مضمون میں وقفیہ دلچسپی پیدا کرنے کے کوئی اسباب مہیا کیے جا سکتے ہیں ؟
(۵) مضمون زیادہ طویل تو نہیں ہو گیا ؟
(۶) مختصر کرنے سے اس میں خوبی تو نہیں پیدا ہو گی ؟
(۷) طریقۂ اظہار یا اسلوب میں تازگی اور شگفتگی پیدا کی گئی ہے یا نہیں ؟
(۸) کیا حسب ضرورت مثالیں پیش کی گئی ہیں ؟
(۹) مطلب صاف اور واضح ہوا یا نہیں ؟

## افسانہ :-

(۱) عنوان نیا اور جاذب توجہ ہے یا نہیں ؟
(۲) کیا اس سے پورا خاکہ واضح ہو جاتا ہے ؟
(۳) آغاز کافی پُر اسرار اور دلچسپ ہے یا نہیں ؟
(۴) عمل فوراً شروع ہو جاتا ہے یا نہیں ؟
(۵) کیا قصہ واضح اور اطمینان بخش ہے ؟
(۶) پڑھنے والے کے لئے دلچسپی کے کافی اسباب درمیان میں بھی باقی رہ گئے ہیں یا نہیں ؟
(۷) کیا مکالمہ موافق فطرت اور مناسب ہے ؟
(۸) کیا ایسے واقعات بھی پیش کئے گئے ہیں جو ضروری نہیں ہیں ؟
(۹) کہیں بے ربطی تو نہیں پائی جاتی ؟
(۱۰) قصہ کا نقطۂ عروج کافی موثر ہے یا نہیں ؟
(۱۱) کیا وہ موقع اور کردار کے مطابق ہے ؟
(۱۲) جہاں دلچسپی ختم ہو جاتی ہے وہیں قصہ ختم کر دیا گیا ہے یا نہیں ؟
(۱۳) زیادہ طویل تو نہیں ہو گیا ؟
(۱۴) قصہ کے مختلف کرداروں کے لئے ان کے موزوں نام پیش کئے گئے ہیں یا نہیں ؟

اسی طرح اور متعدد سوالات مرتب کیے جا سکتے ہیں مگر یہ اسی وقت سود مند ثابت ہوں گے جب آپ ان کے لحاظ سے اپنے مسودہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور یہ سمجھ لیں کہ آپ خود اپنی تحریر پر نظر نہیں ڈال رہے ہیں بلکہ آپ کے مخالفین جنھیں آپ کی لیاقت ادبی ذوق اور تحریری قابلیت کی ترقی ہرگز گوارا نہیں اور جو حسد کی وجہ سے آپ کی بات بات پر اعتراض کرتے ہیں۔

---

# کیا نہ لکھیں

سب سے پہلی اور سب سے اہم غلطی جو اکثر نومشق انشاپردازوں سے سرزد ہوتی ہے اپنے مضمون کی غیر ضروری اور طویل تمہید نگاری ہے جس کی طرف اس کتاب میں پہلے بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ تمہید کبھی نہ لکھئے۔ اگر آپ کے کسی مضمون میں اس کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو بھی پہلے اصل مضمون شروع کر دیجئے اور پھر درمیان میں یا مضمون کے ختم پر انہی خیالات کا اظہار کیجئے جنھیں آپ مضمون سے پہلے بطور تمہید لکھنا چاہتے تھے۔

اکثر نومشق اصحاب تمہید کو مضمون سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہیں اور باوجود تاکید کے چند جملے لازماً قلمبند کر ہی دیتے ہیں۔ کالج کی جماعتوں میں ہفتہ واری مضمون نگاری کے سلسلہ میں اکثر اس کا تجربہ ہوا ہے۔

نومشق مضمون نگاروں سے جب کبھی کوئی مضمون "میرا محبوب شاعر" "میرا مطالعہ" یا "ہماری صحافت" وغیرہ جیسے عنوانوں پر لکھوایا گیا تو ان میں سے نوے فی صد نے اپنے مضمون کے آغاز میں شعر و شاعری کے عام اصولوں یا مطالعہ کے فوائد یا اخبار بینی کے فوائد سے متعلق ہی نصف سے زیادہ وقت، قوت اور جگہ صرف کر دی اور اصل موضوع یعنی اپنے محبوب شاعر یا اپنی مطالعہ کی ہوئی کتابوں کی نوعیت اور خصوصیات یا اپنی صحافت کے معائب و محاسن کے لیے صرف بقیہ ربع حصہ کافی سمجھا۔

بعض ناتجربہ کار مضمون نگار اثنائے تحریر میں دانستہ یا نادانستہ پند و موعظت شروع کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جہاں وعظ و نصیحت کا پہلو نمودار ہوا ادبیت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ ادیب کا کام نہیں ہے اور نوجوان انشاپردازوں کو اس سے

خاص طور پر پرہیز کرنا چاہئے ورنہ ان کی تحریریں ناکام رہیں گی اور پڑھنے والوں میں مقبولیت حاصل نہ کر سکیں گی۔

اعلیٰ پایہ کے انشا پرداز پند و موعظت تو کجا سیاسی، قومی، مذہبی، اور معاشی بحث و مباحثہ کو بھی اپنے شایان شان نہیں سمجھتے۔ وہ اس قسم کے موضوعوں کے لیے بہت کم اپنی قوتوں کا استعمال پسند کرتے ہیں۔ یہ دراصل ماہرین فن اور مخصوصئین کا کام ہے اور ان کے لیے کسی ادیب کی خدمات حاصل کرنا واقعہ یہ ہے کہ ادبی ذوق پر ظلم کرنا ہے اور یوں بھی ان امور کی نسبت ایک ادیب کی تحریر سند نہیں سمجھی جا سکتی ہے یہ اور بات ہے کہ بعض وقت کوئی مقبول عام سیاسی یا قومی مسئلہ کسی انشا پرداز کی تخلیقی قوت کو اگسائے اور وہ اسی جوش میں ایک اچھا مضمون یا افسانہ لکھدے۔

مذہب، سیاسیات، اور معاشیات وغیرہ ایسے موضوع ہیں جن پر خاص خاص ماہرین فن ہی کو لکھنا چاہئے اور چونکہ ان امور میں اختلاف آراء بلکہ تعصب کی ہر وقت اور زیادہ گنجایش ہے اس لیے انشا پردازی کا آغاز کرنے والا اگر ابتداء سے ان جھگڑوں میں پڑجائے تو نہ صرف عام مقبولیت سے محروم ہو جائے گا بلکہ ادبی ذوق پر بھی مضر اثر پڑے گا۔ البتہ کوئی پختہ مشق اور مشہور ادیب یا انشا پرداز ان موضوعوں کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے مگر اس کی عام مقبولیت بھی ہر وقت خطرے میں رہے گی کیونکہ وہ جس مذہب یا جس خیال کی طرفداری کرے گا اس کے مخالفین میں قدرتی طور پر اس ادیب کی قدر کم ہوتی جائے گی۔

مشہور و معروف مقامات کی نسبت گائڈ بک کی طرح مضامین یا کتابیں لکھنا بھی انشا پردازی کی تحقیر ہے۔ البتہ اندرون و بیرون ملک کی مقبول تفریح گاہوں اور مقدس مقامات کی نسبت کسی ادیب کی تحریریں دلچسپی سے پڑھی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ ان پر جدید ترین نقطۂ نظر سے قلم اٹھایا گیا ہو اور دقیانوسی خیالات اور

معلومات سے ہٹ کر ان کے نئے نئے پہلو پیش نظر کئے گئے ہوں۔

مضامین کی طرح افسانوں میں بعض باتیں لکھنے کے قابل نہیں ہوتیں جن سے پرہیز کرنا نو مشق انشا پرداز کے لیے ضروری ہے۔ سب سے پہلی چیز جو کسی افسانے کو مقبولیت حاصل کرنے سے محروم رکھتی ہے وہی تمہید نگاری ہے جس کے نقصانات ظاہر کئے جا چکے ہیں۔ مختصر قصہ کی ابتدا میں حالات ماضی یا عہد رفتہ کا دکھڑا رونا یا ان پر طویل تبصرہ کرنا پڑھنے والے کو متنفر کرنا ہے اہل ذوق اسی قصہ کو پسند کرتے ہیں جس میں عمل فوراً شروع ہو گیا ہو۔

ہماری زبان کے اکثر عام رسائل ابھی ارتقائی مدارج سے گزر رہے ہیں اور عوام کی ناقدر دانیوں اور بے توجہی سے نالاں ہیں یوں بھی ہر ملک میں عام رسالوں کا مطالعہ بالعموم دلچسپی اور وقت گزاری کی خاطر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو اکثر نو مشق انشا پرداز بھول جاتے ہیں اور ان رسالوں کے لیے ایسے قصے لکھتے اور روانہ کرتے ہیں جن میں یاس انگیز مضامین، موت کے غمناک مناظر، یا کشت و خون اور خودکشیوں کے پے در پے حوادث بیان کئے گئے ہوں۔

رسائل کے مدیرین اور ان کے پڑھنے والے دونوں ہمیشہ ایسے مختصر قصوں کو پسند کرتے ہیں جن میں تیز تیز اور واضح عمل و حرکت پائی جاتی ہو، اور جو پند و نصیحت اور خشک و طویل توضیحوں سے پاک رہتے ہیں۔

افسانہ میں مستعمل اور پامال اجزا کے استعمال کرنے سے بھی انشا پرداز کو ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے اردو قصوں میں یوروپین زبانوں کے افسانوں کے بعض خاکے اتنی زیادہ دفعہ استعمال کئے جا چکے ہیں کہ اب ان میں کوئی دلاویزی باقی نہیں رہی۔ پڑھنے والے کو متحیر کر دینا افسانے کا لازمی جزو ہے جو لوگ افسانے پڑھتے رہتے ہیں وہ فوراً پامال خیال کو معلوم کر لیتے ہیں خود افسانہ اپنے ماخذ کی چغلی کھاتا ہے ہاں اگر اس کے پیش کرنے میں کوئی خاص چالاکی دکھائی گئی ہو تو شائد خاکہ نیا معلوم ہو مگر جہاں تک ہو سکے آپ کو چاہئے کہ ان امور میں احتیاط کریں۔

# کن امور کا خیال رکھیں؟

"کیا نہ لکھیں" کے سلسلے میں بعض ایسے امور کا اظہار بھی ضروری ہے جو یوں تو بہت معمولی ہیں لیکن جن کا خیال نہ رکھنے سے انشا پرداز کے سلیقے اور ذوق کے متعلق شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان میں سے چند باتیں ایسی ہیں جن کا لحاظ اردو کے شائد بعض پختہ مشق ادیبوں کی تحریروں میں بھی نہیں پایا جاتا لیکن انشا پردازی کا آغاز کرنے والوں کو تو لازمی طور پر ان سے واقف رہنے اور اپنی تحریروں میں احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

اکثر رسالوں میں علمی، دلچسپ، یا مفید معلومات کے عنوانوں کے تحت بعض دفعہ نہایت اچھی اور کام کی باتیں لکھی جاتی ہیں لیکن کبھی اس امر کا اظہار نہیں کیا جاتا کہ وہ کہاں سے یا کن ماخذوں سے حاصل کی گئیں حالانکہ اس سے مرتب معلومات کی محنت و کاوش یا ترجمہ و اقتباس کے حسن و خوبی پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس کے برخلاف اگر کسی دوسرے شخص کو کسی قسم کی ضرورت ہو تو وہ ان کے اصلی ماخذوں تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے۔

کبھی اپنے ماخذوں کو چھپانے کی کوشش نہ کیجئے۔ بعض دفعہ خود مصنف کے یہاں مسودہ تلف ہو جاتا ہے اور ایسی صورت میں اندیشہ ہے کہ خود آپ ایک عرصے کے بعد یہ نہ معلوم کر سکیں گے کہ میں نے فلاں بات کہاں سے حاصل کی تھی۔

علمی، فنی، اور تحقیقی مضامین میں بھی خیالات اور معلومات کے ماخذوں کا حوالہ دینا اردو رسائل کے اکثر مضمون نگاروں میں تقریباً عجیب سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس سے بڑھ کر کوئی خوبی نہیں ہو سکتی۔ ہر ایسے مواد کے متعلق حوالہ دینا لازمی ہے جو اردو کے لئے نیا ہو، اور جس کے ماخذوں کا علم اہل اردو کے لیے یقیناً مفید ہو سکتا ہو۔

نو مشق انشا پردازوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جن مضمونوں میں حوالے نہیں ہوتے

سمجھ دار لوگ اور اہل ذوق خیال کرتے ہیں کہ ان کے لکھنے والے غیر معتبر ہیں اور انھیں اپنے علم اور ماخذوں پر اعتماد نہیں ہے۔ بے حوالہ مضمون ہوقتی دلچسپی اور ناپائیدار کشش رکھتا ہے اس میں زندگی کی طاقت نہیں ہوتی اور کوئی شخص اس کو ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

اثنائے مضمون میں ماخذوں وغیرہ کے حوالے دیتے وقت نو مشق ادیبوں کو اس کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ کتابوں کے جدید ترین اڈیشنوں کے حوالے دیں تاکہ کسی کو ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل کتاب تک پہنچ سکے۔ اس امر کے لیے مضمون نگار کو صرف اتنی زحمت کرنی ہوگی کہ اگر اس کے زیر مطالعہ کوئی قدیم نسخہ ہو تو اسی کتاب کا جدید مطبوعہ نسخہ بھی دیکھے۔ لیکن یہ زحمت دوسروں کی اُن زحمتوں کے مقابلے میں بہت کم ہوگی جو اس کی حوالہ دی ہوئی قدیم، کمیاب یا مفقود کتاب کا پتہ چلانے کے لئے اٹھانی پڑے گی۔

بعض مضمونوں میں دوسری زبانوں کی فنی اور علمی ترکیبوں اور اصطلاحوں کے لیے اردو لفظ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ ایسی اردو اصطلاحیں خواہ آپ کی بنائی ہوئی ہوں یا دوسروں کی ہر صورت میں ابھی ایک عرصہ تک ضرورت ہے کہ ان کے ساتھ یا ذیل میں، یا حاشیہ پر دوسری زبان کی اصل اصطلاح بھی نقل کر دی جائے ورنہ اس نئی اردو اصطلاح یا لفظی ترکیب کی اجنبیت کی وجہ سے ایک تو آپ کا مطلب خبط ہو جائے گا اور پھر آپ کی اصطلاح اور اس کے بنانے کی محنت دونوں رائیگاں جائیں گی۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ انشاپرداز ایک ہی اصطلاح کے لئے مختلف اردو ترکیبیں یا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ان میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو دوسری زبان کی اصل اصطلاح اردو اصطلاح کے ساتھ لکھ دیتے ہوں۔ اس طریقۂ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک دوسری زبانوں کی معمولی معمولی اصطلاحوں کیلئے

بھی مستند اور مشترک اردو اصطلاحیں رائج نہ ہوسکیں ۔ یہ امر ضروری ہے کہ آپ اپنے اختیار کئے ہوئے ترجمہ کے ساتھ دوسری زبان کی اصل اصطلاح بھی لکھدیا کریں اس سے ایک تو آپ کا مطلب واضح ہو جائے گا اور پھر مطالعہ کرنے والے یا دوسرے انشاپرداز اصل و ترجمہ دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ اردو اصطلاح سے مانوس ہوتے جائیں گے اگر وہ اصطلاح خود آپ کی بنائی ہوئی ہے تو اس کا اس طرح عام طور پر رواج پا جانا آپ کے حسن ذوق اور انشاپردازی کی کامیابی کی دلیل ہے ۔

اکثر نومشق انشاپرداز دوسری زبانوں کے الفاظ یا ناموں کے لکھتے وقت بھی بڑی بے احتیاطی اور بے دردی سے کام لیتے ہیں ۔ خاص کر اردو کا رسم الخط کچھ اس طرح کا ہے کہ اس میں دوسری زبانوں کے بعض الفاظ کا تلفظ اس وقت تک ٹھیک طور پر ظاہر نہیں ہوسکتا جب تک کہ اعراب کی پابندی نہ کیجائے ۔ مثال کے طور پر ایک انگریزی لفظ اِمرسن درج کیا جاسکتا ہے جس کو اردو میں صرف امرسن لکھدیا جاتا ہے اور جس کو ناواقف آدمی حسب ذیل متعدد طریقوں پر ملفوظ کرسکتے ہیں ۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| آمَرسَن | اِمرِسَن | اُمرسَن | اَمَرسَن |
| اَمَرِسن | اَمرِشن | اِمَرسَن | اِمرِسِن |
| اِمرِشَن | اُمرِشن | اُمرَسَن | اُمرِشُن |

واقعہ یہ ہے کہ بعض دفعہ دوسری زبانوں کے معمولی معمولی لفظوں اور ناموں کے صحیح تلفظ کے متعلق بھی ایسے ایسے شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ تحقیق کرنا دشوار ہو جاتا ہے آپ کو چاہیئے کہ پہلے حتی الامکان صحیح ترین تلفظ معلوم کرنے کی کوشش کریں اور اس کے بعد مکمل اعراب کے ساتھ اس کو قلمبند کریں ۔

بعض اوقات ایک ہی مضمون میں ایک ہی زبان کے دو لفظوں کو دو متفرق طریقوں سے لکھا جاتا ہے ۔ مثلاً فرانسیسی لفظوں کو اردو میں دو طرح سے ملفوظ کرسکتے ...... اور لکھ سکتے ہیں ۔ ایک ٹھیٹ فرانسیسی طریقۂ تلفظ کے مطابق اور دوسرا انگریزی تلفظ کے مطابق ۔ ذیل کے دو فرانسیسی

الفاظ اور ان کے تلفظ پر غور کیجئے۔

(۱) اصل الفاظ ( Shatlet ) انگریزی تلفظ (شیٹ لیٹ) فرانسیسی تلفظ (شاتلے)

(۲) ،، ،، ،، St German سینٹ جرمن ساں ژرماں

معلوم ہوگا کہ ایک ہی لفظ دو زبانوں کے طریقۂ تلفظ کے فرق کی وجہ سے کتنا بدل جاتا ہے ایسی صورت میں مضمون نگار کو اپنی سہولت کی خاطر ابتداہی میں اس کا تصفیہ کر لینا چاہیئے کہ میں کس زبان کا تلفظ استعمال کروں۔

بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن لفظوں کو استعمال کرنا ہو وہ جس زبان سے متعلق ہوں اسی کے اصلی طریقۂ تلفظ کے مطابق ان کو استعمال کریں۔ دوسرا طریقہ کار یہ ہے کہ جس زبان کے توسط سے آپ ان الفاظ کو اردو میں لے رہے ہیں اس کے تلفظ کے مطابق ان کو ملفوظ اور استعمال کریں اور ساتھ ہی ذیل میں یا حاشیہ پر اس حقیقت حال کا اظہار کر دیں کہ "ان الفاظ کا تلفظ فلاں زبان کے مطابق ہے کیونکہ وہ اس کے توسط سے اخذ کئے گئے ہیں"

مثلاً فرانسیسی الفاظ کو اگر عربی کے توسط سے اور اسی کے مطابق اردو میں منتقل کیا جا رہا ہو تو اس امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ ورنہ بہت سے شبہات پیدا ہو جائیں گے اور پڑھنے والے شاید ہی معلوم کر سکیں گے کہ اصلی فرانسیسی لفظ کیا تھا اور اس کا فرانسیسی تلفظ کیا ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر ایک ہی مضمون میں کسی زبان کے متفرق الفاظ استعمال کیئے جا رہے ہوں تو ان کا تلفظ کہیں ایک زبان کے اور کہیں دوسری زبان کے مطابق نہ کیا جائے مثلاً اگر فرانسیسی الفاظ کو انگریزی طریقۂ تلفظ کے مطابق لکھا جاتا ہو تو ہر جگہ اس کی پابندی کرنی چاہیئے ورنہ آپ کے ذوق ادب کی بے ترتیبی اور بدسلیقگی ظاہر ہوگی۔

تاریخوں اور سنوں کے اندراج کے وقت بھی ایک ہی مضمون میں کہیں ہجری اور کہیں

عیسوی تاریخ لکھنا سخت معیوب ہے۔ کسی ایک کی پابندی کرنی چاہیئے اور اگر طوالت کا خوف نہ ہو تو ہجری اور عیسوی دونوں تاریخوں کا ایک ساتھ لکھدینا یا ان کا تطابق ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے۔

عہد رفتہ کے مصنفوں اور انشا پردازوں کا ذکر کرتے وقت اکثر نو مشق انشا پرداز ان کے ناموں کے ساتھ اظہار عقیدت کے طور پر یا کسی اور غرض سے بعض بے کار الفاظ کا استعمال بھی ضروری سمجھتے ہیں جو موجب طوالت ہونے کے علاوہ بعض دفعہ مضحکہ خیز بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً مسٹر اڈیسن، امیر خسرو علیہ الرحمۃ، آنریبل سر سید احمد خان، حالی صاحب، مولانا غالب، چچا سعدی، شمس العلما شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد، استاد داغ، ناسخ لکھنوی، آزاد مرحوم وغیرہ۔

اعلیٰ پایہ کی اور زندہ جاوید ہستیوں کو ان سابقوں اور لاحقوں کے بغیر ہی یاد کرنا بہتر ہے یہ کسی طرح اُن کی بزرگی میں اضافہ نہیں کر سکتے بلکہ کوئی تعجب نہیں اگر ان کی وجہ سے ان کی صحیح عظمت و وقعت میں کمی پیدا ہو جائے۔ البتہ اگر ایک ہی نام کے دو مصنف ہوں تو ان میں امتیاز کرنے کے لئے کوئی مناسب سابقہ یا لاحقہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

# اشاعت کے راز

وہ نوجوان جو کارزار ادب میں پہلے پہل قدم رکھنا چاہتے ہیں اور خواہشمند ہوں کہ ان کے مضامین یا افسانے اشاعت کے لیے روانہ کرنے کے بعد بہت جلد رسائل میں شایع ہو جائیں تو انھیں چاہیے کہ حسب ذیل چند امور کا ضرور خیال رکھیں۔ ورنہ اپنے مسودوں کو مطبوعہ دیکھنے کے انتظار، مدیروں کی سرد مہری، یا مسودہ واپس حاصل کرنے کی ندامت وغیرہ کی زحمتیں اندیشہ ہے کہ انھیں پست ہمت نہ بنا دیں اور اس طرح نہ صرف ان کا مستقبل مشتبہ ہو جائے بلکہ اردو ادب ایسی پرجوش ہستیوں سے محروم رہے جو ممکن ہے کہ برمحل ہمت افزائیوں اور صحافتی اصولوں کی واقفیت کی وجہ سے اپنی زبان کی متعدد اور گوناگوں ضرورتوں کی تکمیل کے قابل ہو جاتیں۔

جس رسالہ کو آپ اپنا نتیجۂ قلم بھیجنا چاہیں اس میں ...... بالعموم کس قسم کے مضامین یا افسانے شایع ہوتے ہیں پہلے اس کو معلوم کرنے کی کوشش کیجیے۔ اس خاص رسالے کے متعدد قدیم و جدید شماروں (نمبروں) کے سرسری مطالعہ کے بعد ہی کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوں۔ ہاں اگر آپ اتنے سادہ لوح نکلے کہ گذشتہ اشاعت میں "حیات جاوید" یا "پپیہا" پر کوئی مضمون دیکھ کر خود بھی اسی موضوع پر ایک مضمون (خواہ نہایت اعلیٰ پایہ ہی کیوں نہ ہو) مدیر کے یہاں روانہ فرمائیں تو یقین مانیے کہ آپ کا مضمون یا تو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا یا پھر چھے مہینے سے قبل شایع نہ ہونے پائے گا۔

کسی مضمون یا افسانے کا بے وقت لکھنا یا شایع کرانا اس کو ذلیل کرنا ہے۔

اگر دیوالی یا محرم کو گذرے ہوئے دو تین مہینے ہو چکے ہوں تو ایسا مضمون یا افسانہ جو ان سے متعلق ہو یا جن میں ان کا ذکر ہو قطعی نہ لکھیے اور اگر لکھیں بھی تو سال آیندہ تک

اٹھا رکھئے۔ اس سے دوگنے فائدے ہوں گے ایک تو آپ کو نظرثانی کرنے کا اچھا موقع ملے گا، اور دوسرے برمحل شائع ہونے کی وجہ سے ایسے مضامین یا افسانے آپ کے سلیقہ اور ذوق کو ثابت کریں گے۔ اس بارے میں انگلستان کے ایک مشہور انشاپرداز ڈبلیو۔ ٹی۔ اسٹیڈ کا قول نہایت ہی پر لطف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

"یاد رکھئے صحافت میں موقع و محل ہی سب کچھ ہے۔ اگر شکسپیئر اور سینٹ پال دونوں اپنی متحدہ قوتوں کے ساتھ تین ہفتے قبل کے کسی واقعہ کے متعلق اپنی پوری قوت تخلیق سے کام لے کر ایک بہترین ادبی شہ کار پیدا کر دیں تو بھی مدیرین ان کے اس کارنامہ کو کسی نہایت ہی معمولی موقتی تحریر کے مقابلے میں ردی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے۔"

کسی رسالے کے مدیر کے یہاں ایسا مضمون بھی اشاعت کے لئے نہ بھیجئے جس میں ان خیالات اور مضامین کی مخالفت مندرج ہو جو اس رسالے کے کسی قریب ترین شمارہ (نمبر) میں پیش کئے گئے ہوں۔ عام طور پر مدیر نہیں چاہتے کہ اپنے رسالوں کو بحث و مباحثہ یا اختلافات کی آماجگاہ بنائیں۔ اور نوجوان انشاپرداز اپنے جوش کی وجہ سے اکثر اسی قسم کی مضمون نگاری کی طرف مائل ہوتا ہے۔

بعض دفعہ مشہور و معروف مصنفوں کی تحریروں کے لئے مدیرین اپنے خیالات یا پالیسی کے خلاف بھی اپنے رسالے میں جگہ نکال لیتے ہیں مگر مضمون نگار کو خوش کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اس خیال سے کہ مشہور اور بڑے مصنف کے نام کی وجہ سے عوام کی نظروں میں ان کے رسالہ کی وقعت بڑھ جائے گی۔

مضمون بھیجنے سے قبل یہ بھی دیکھ لیجئے کہ آپ کے مسودہ کی ضخامت اس رسالے کے موزوں بھی ہے یا نہیں جس میں آپ اس کو شائع کرانا چاہتے ہیں۔ ہر سمجھدار آدمی اس خیال پر ہنسے گا کہ کسی ایسے رسالہ کے لئے جس میں پانچ چھ صفحوں سے زیادہ کا کوئی مضمون نہیں ہوتا آپ پندرہ صفحوں کا مضمون روانہ کرنے والے ہیں۔

# مسودہ کی تشکیل اور مراسلت

مغربی زبانوں میں مدیروں یا ناشروں کے یہاں کوئی مسودہ بغیر ٹائپ کے روانہ نہیں کیا جاتا۔ اردو زبان میں ابھی ٹائپ کی اتنی سہولتیں نہیں پیدا ہوئی ہیں اس لیے اگر آپ اپنے مسودہ کو ٹائپ نہ کر سکیں تو اس کو خوشخط ضرور لکھئے۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ ہر اچھے انشا پرداز کا خط بھی اچھا ہو مگر یہ یقینی ہے کہ مدیروں پر خط کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خط کے ذریعہ سے لکھنے والے کی شخصیت اور کردار ظاہر ہوتا ہے۔

اپنے مضمون کا جو مسودہ آپ اشاعت کے لئے روانہ کریں گے اس کو کاغذ کے دونوں طرف کبھی نہ لکھئے ہمیشہ پشت کا حصہ خالی چھوڑ دیا کیجئے۔ ساتھ ہی ہر صفحے پر خوش سلیقگی سے مناسب حاشیہ بھی چھوڑنے چاہئیے۔ یہ یقین رکھئے کہ آپ کا نہج تحریر آپ کے مضمون کی خوبی میں اضافے کا باعث ہوتا ہے اور اس کو جلد سے جلد شائع ہونے میں مدد دیتا ہے۔

بعض انشا پرداز ایسے بھی گزرے ہیں (اور ممکن ہے بعض اب بھی موجود ہوں) جنھوں نے گھر بادامی اور مٹھائی کی ٹوکریوں یا ردی کے کاغذوں پر بھی مضامین کے مسودے روانہ کر کے اشاعت میں کامیابی حاصل کی ہے مگر نوشق انشا پردازوں کو ہمیشہ روبکاری کاغذ استعمال کرنا چاہئیے۔

اس امر کا خیال بھی لازمی ہے کہ مسودوں میں ضرورت سے زیادہ نفاست اور آرائش بھی ظاہر نہ ہونے پائے۔ نفیس یا رنگین کاغذ پر لکھنا، یا عنوان کے اطراف مضمون کے شروع میں یا کسی اور جگہ نقش و نگار کی مدد سے مضمون میں دلکشی پیدا کرنے کی توقع رکھنا، یا کاغذوں کو خوشبو دار بنانا نہایت مضر ہے۔ یہ سب امور مضمون اور اس کے مصنف دونوں کی نسبت پڑھنے والے اور خاص کر مدیر کا خیال اور نقطۂ نظر خراب کر دیتے ہیں۔

مسودہ کو لفافے میں بند کرنے سے قبل دیکھ لینا چاہئے کہ ہر صفحے پر برابر نشانات لگائے گئے ہیں یا نہیں۔ جملہ کاغذات کو ٹھیک ترتیب کے ساتھ باندھ دینا یا پن لگا دینا بھی ضروری ہے

مضمون کے شروع (یعنے عنوان کے نیچے) یا آخر میں مضمون نگار کو اپنا نام واضح حروف میں لکھ دینا چاہئے۔ بعض دفعہ صرف دستخط کر دینے یا مدیر کو ٹھیک اور پورے نام سے مطلع نہ کرنے کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور انشا پرداز کو شکایت رہتی ہے کہ مدیر نے میرے پورے نام کو مختصر کر دیا یا القاب یا ڈگریاں ٹھیک طور پر نہیں لکھیں یا غلط لکھیں یا غلط ڈگری یا لفظ لکھ دیا۔

مسودہ کے ساتھ اگر ضرورت ہو تو مدیر کے نام ایک علیحدہ خط بھی روانہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر یاد رکھئے کہ اس میں اپنے مضمون کی مدح سرائی یا مدیر کی خوشامد ہرگز نہ کیجئے۔

مسودہ بھیجنے کے بعد اس کی اشاعت کے لئے بار بار یاد دہانی کی ضرورت نہیں۔ جتنا زیادہ آپ اپنے مضمون کی اشاعت کے لئے بے چینی ظاہر کریں گے اتنا ہی مدیر کی نظروں میں آپ کے مضمون اور خود آپ کی وقعت گھٹتی جائے گی۔ اگر آپ کو اپنے مضمون کی قسمت کا تصفیہ معلوم کرنے کا اشتیاق ہو اور آپ زیادہ دنوں تک امید و بیم کی حالت میں رہنا پسند نہ کرتے ہوں تو اپنے مسودہ کے ساتھ اپنا پتہ لکھ کر ایک پوسٹ کارڈ بھی ملفوف کر دیجئے تاکہ مدیر آپ کو آسانی سے اور جلد مطلع کر سکے کہ آپ کا مضمون شائع ہو سکے گا یا نہیں اور اگر ہو گا تو کب ہو گا۔

اگر مندرجۂ بالا احتیاط کے باوجود مدیر کے یہاں سے آپ کو فوراً جواب نہ ملے تو چار پانچ ہفتوں تک صبر کرنا چاہئے کیونکہ اکثر مدیر بہت مشغول رہتے ہیں۔ اور بعض اس خیال سے بھی جواب نہیں دیتے کہ چند ہفتوں میں جب خود مضمون شائع ہو رہا ہے تو پھر مراسلت میں وقت صرف کرنے کی کیا ضرورت۔

اگر آپ کا مضمون رسالے کے قریب ترین شمارہ میں شائع نہ ہو تو مضطرب اور مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اکثر مدیر اپنے رسالوں کو ایک عرصہ پہلے ہی ترتیب دے رکھتے ہیں۔

مضمون کے لئے یاد دہانی کرنے کے سلسلے میں بعض مضمون نگار خود مدیر سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری ذاتی وجاہت اور سلیقۂ گفتگو اس کو مرعوب کر دے گا اور اس طرح ہمارا مضمون جلد شائع ہو سکے گا۔ ممکن ہے کہ کبھی ایسا ہوا ہو مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کی کوششیں بھی اکثر الٹا اثر ڈالتی ہیں۔ جہاں مضمون نگار کے صبر و استقلال کا پیمانہ لبریز ہوا اور خودداری ہاتھ سے چھوٹی اس کے مضمون یا افسانے کی وقعت بھی کم ہو گئی۔

---

# کتاب لکھنا

متفرق نوعیت کے مضمونوں اور افسانوں کے لکھنے کے لئے جو اصول اور لوازمات گذشتہ صفحات میں پیش کئے گئے ہیں وہ کسی کتاب کی تصنیف یا تالیف کے لئے بھی اسی طرح کارآمد ثابت ہوں گے۔ البتہ کتاب کی تکمیل میں چند اور امور کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے جن کو نہایت مجمل طور پر یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

جب اصل کتاب کا مسودہ تیار ہو جائے تو طباعت کے لئے ناشر کے یہاں یا مطبع کو روانہ کرنے سے قبل سرورق، انتساب، فہرست ابواب و مضامین، اور ضمیموں وغیرہ (غرض جن جن چیزوں کی ضرورت ہو) سب کا مسودہ کافی احتیاط اور غور و فکر سے تیار کر لینا چاہیئے جب تک مکمل کتاب تیار نہ ہو لے اور آپ اس پر ایک آدھ دفعہ نظر ثانی نہ کر لیں اس کی کتابت و طباعت کے آغاز کا خیال تک نہ کیجئے۔

سرورق نہایت سادہ لیکن ثقہ اور باوقار ہونا چاہیئے اس کے الفاظ نہایت مختصر اور موضوع کو ٹھیک طور پر واضح کرنے والے ہوں۔ کتاب کے نام کے انتخاب میں مضمونوں اور افسانوں کے ناموں سے زیادہ احتیاط اور ذوق سے کام لینے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر دفعہ بہتر سے بہتر کتابیں خراب اور ناموزوں نام کی وجہ سے گمنامی میں پڑی رہتی ہیں۔ بہترین نام وہی ہے جو لوگوں کے تخیل کو اپنی طرف متوجہ کر لے اور اس میں ایک طرح کا انہماک پیدا کر دے۔ موزوں ترین نام حاصل کرنے کے لیے اگر کسی انشاپرداز کو زیادہ سے زیادہ توجہ اور وقت صرف کرنا پڑے تو اس کو رائیگاں نہیں سمجھنا چاہیئے۔

کتاب کے نام کے نیچے کبھی ایسے الفاظ نہ لکھئے جن سے بڑائی اور خود پسندی ظاہر ہو یا جو کتاب کے موضوع کی نسبت اس کی اصل بساط سے زیادہ تشہیر کرتے ہوں۔

کتاب کے سرورق پر تاریخ یا کم از کم سنہ اشاعت کا درج کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اگر وہ ایک سے زیادہ بار طبع ہونے والی ثابت ہو تو مختلف اڈیشنوں یا طباعتوں کے نسخوں میں امتیاز کا موقع رہے۔

تاریخ کے اندراج سے ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اگر مصنف بعد میں دوسری کتابیں لکھے تو ان تاریخوں کی مدد سے اس کے ادبی ارتقا اور اس کی نوعیت کا پتہ چل سکے گا۔

علمی کتابوں میں دیباچہ یا تمہید کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے، البتہ ناولوں اور افسانوں یا نظموں وغیرہ کے مجموعے اور کتابیں اگر بغیر دیباچہ یا تمہید کے شائع کی جائیں تو کوئی مضایقہ نہیں علمی کتاب کا دیباچہ عام مطالعہ کرنے والوں اور خاص کر تنقید نگاروں کو مصنف کے اصل مطمح نظر اور زاویۂ نگاہ سے واقف کرتا ہے۔

رسائل کے اکثر مدیر اور تنقید نگار صرف دیباچہ یا تمہید ہی سے پوری کتاب کے حسن و قبح کا اندازہ لگا لیتے ہیں اور بعض ستم ظریف تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو اصل کتاب کو دیکھنے کی زحمت گوارا کئے بغیر صرف دیباچہ ہی کے مطالعہ سے پوری کتاب پر تنقید لکھ مارتے ہیں۔ دیباچہ میں کتاب کے صحیح مقصد یا موضوع اور اس کے گوناگوں پہلوؤں کو مجمل طور پر اور سلیقہ کے ساتھ ظاہر کر دیجئے۔ آپ حیران رہ جائیں گے جب بعض وقت اپنی کتاب کے متعلق جرائد اور رسائل کی تنقید یا تبصروں میں اپنے دیباچہ ہی کے الفاظ اور فقروں کو تنقید نگار کی طرف سے لکھا ہوا دیکھیں گے۔ اکثر مشغول یا کاہل تبصرہ نگار کسی کتاب پر تنقید کرتے وقت خود کچھ لکھنے کی زحمت اٹھانے کی جگہ مصنف ہی کے جملے اپنی طرف سے نقل کر کے کتاب کی خصوصیات اور مقصد کا اظہار کر دیتے ہیں۔

خیال رکھئے کہ آپ کے دیباچہ میں ضرورت سے زیادہ ایک لفظ داخل نہ ہونے پائے۔ صرف دیباچہ دیکھنے سے کتاب کی نوعیت اور پایہ کا پتہ چل جاتا ہے۔ طویل اور بھونڈا دیباچہ کتاب کی مقبولیت اور اشاعت میں خلل انداز ہوتا ہے۔ بہترین دیباچہ

کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتاب کی اصل دلچسپیوں کے لیے ایک صحیح نمایندہ یا اشاریہ کا کام دیتا ہے۔

تالیف کتاب کے تذکرہ میں نہ تو اظہار انکسار کے طور پر اپنے دیباچہ میں مطالعہ کرنے والوں سے معافی کے خواستگار رہئے۔ اور نہ اس امر پر فخر کیجیے کہ "ہماری زبان اس موضوع کی بہت محتاج تھی اور اس کتاب کے ذریعے سے اس زبردست کمی کی تکمیل کردی گئی ہے۔"

بعض اصحاب اپنے دیباچہ کو اس خیال کے اظہار پر ختم کرتے ہیں کہ "اگر ایک شخص بھی اس کتاب کے مطالعہ سے مستفید ہو تو میں سمجھوں گا کہ میری سعی ٹھکانے لگی۔" یہ سب غیر ضروری اور مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ نئے انشاپردازوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

دیباچہ اس لحاظ سے بھی ضروری اور مفید ہے کہ اس میں مصنف اپنے کرم فرماؤں اور معاونین کا شکریہ ادا کرسکتا ہے۔ اگر آپ نے اپنی کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں کسی سے ذرا بھی مدد حاصل کی ہو تو اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے دیباچہ سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح ماخذوں کے نام اور ان کتابوں کے حوالے بھی دیباچہ ہی میں دیے جاسکتے ہیں جن سے دوران تحریر میں مصنف نے استفادہ کیا ہو۔

کسی ادبی کتاب کے لئے مصنف کا دیباچہ جتنا ضروری اور مفید ہے اتنا ہی کسی دوسرے سے لکھایا ہوا مقدمہ یا تعارف غیر ضروری اور مضر ہے۔ اکثر نومشق انشاپرداز خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری کتاب پر کوئی مشہور اور ممتاز آدمی تعارف لکھ دے تو اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جائے گا۔ یہ ایک طفلانہ خواہش ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ مصنف کو اپنی تصنیف پر اعتماد نہیں ہے۔ وہ بغیر کسی بڑے نام کی مدد یا سہارے کے اپنی کتاب کو گھر سے باہر نہیں نکالنا چاہتا۔

علمی، تحقیقی یا حکمیاتی کتابوں میں اگر کسی بڑے محقق فن یا سائنس داں کی اکتاب کے

مندرجہ نظریوں یا تحقیقات کی نسبت) رائے یا تعارف شامل ہو تو کوئی ہرج کی بات نہیں۔ کیونکہ سائنس کی دنیا میں ہر روز نت نئے مسائل پیدا ہوتے جاتے ہیں اور اختلاف آراء میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر ادبی کتابوں کو اس کی کوئی ضرورت نہیں جن کے اکثر تعارف یا مقدمے بالعموم ذی اثر اور سماجی یا سیاسی اہمیت رکھنے والے اصحاب اور عہدہ داران و حکام بالا سے حاصل کئے جاتے ہیں جن کی ادبی قابلیتیں بعض دفعہ خود مصنف کتاب کی اہلیت سے کم درجہ کی ہوتی ہیں۔

لطف یہ ہے کہ اکثر تنقید نگار (جن پر اثر ڈالنے یا جن کو مرعوب کرنے کے لئے بیشتر مقدمے یا تعارف کتابوں میں شامل کئے جاتے ہیں) بالعموم ان کی طرف توجہ نہیں کرتے اور بعض تو انہی کی وجہ سے کتاب کی ادبی حیثیت کی نسبت سوء ظن پیدا کر لیتے ہیں اور انہی میں سے جملے اور فقرے نقل کر کے کتاب کی مخالفت میں ان سے کام لیتے ہیں۔

ہر ملک میں ایسے اصحاب موجود ہوتے ہیں جو آسانی سے کسی کتاب پر مقدمہ یا تعارف لکھنے کا اعزاز حاصل کرنے تیار رہتے ہیں کیونکہ اس سے ایک تو ان کے جذبۂ خود پسندی کا تغذیہ ہوتا ہے اور دوسرے مفت میں شہرت حاصل ہوتی ہے۔ مگر سچے اور آزاد منش انشاپرداز کبھی ان کی خوشامد نہیں کرتے اور اپنی کتاب کو بے یار و مددگار دنیا میں روشناس کرنے کی ہمت کرتے ہیں۔

اگر آپ کارزارِ صحافت میں خود اپنے بل بوتے پر داخل ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنی ذاتی قابلیت، جراءت، سلیقہ اور ذوق کی وجہ سے کامیاب نہ رہیں۔

بعض انشاپرداز ہر نیا باب یا فصل شروع کرتے وقت پہلے کوئی خاص شعر یا مقولہ یا کسی کتاب کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ یہ بہت پرانا طریقہ ہے۔ چونکہ اس کا التزام آسان نہیں ہے، بعض دفعہ مضحکہ خیز مقولے اور شعر بھی شامل ہو جاتے

ہیں) اس لئے اب اس کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔ البتہ اگر کوئی علمی یا تاریخی کتاب ہو تو اس میں ہر فصل کے آغاز پر اس کے مندرجات کا خلاصہ نہایت مختصر طور پر لکھ دیا جا سکتا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والے اپنے مطلب کی بات فوراً معلوم کر لیں اور انہیں مباحث کا پتہ چلانے میں دقت نہ ہو۔

علمی اور تاریخی کتابوں کے آخر میں اشاریہ (انڈکس) کا شامل کرنا بھی ضروری ہے اس سے مطالعہ کرنے والوں کو بہت سی سہولتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اشاریہ تیار کرنا نہایت ذمہ داری کا کام ہے۔ اور ترقی یافتہ زبانوں میں اس کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ وہ رفتہ رفتہ بجائے خود ایک فن بن گیا ہے اردو میں اس کا رواج ابھی ابھی شروع ہوا ہے اور اس لحاظ سے نئے نئے مصنفوں اور انشا پردازوں کو اس کی تیاری میں خاص طور پر دلچسپی لینی چاہیئے۔

# کامیابی

انشا پردازی میں ترقی یا کامیابی محض اس کتاب کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک ان اصولوں اور ہدایتوں پر پابندی کے ساتھ عمل نہ کیا جائے جو اس میں پیش کئے گئے ہیں اس کا کوئی مطالعہ کرنے والا انشا پرداز نہیں بن سکتا۔

یاد رکھئے کہ انشا پردازی ایک علم یا سائنس نہیں ہے کہ کتابیں پڑھنے سے حاصل ہو جائے یہ ایک فن ہے جس کے لئے مشق اور باقاعدہ کام کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے قلم میں اسی وقت روانی پیدا ہو سکتی ہے جب اس کو استعمال کیا جائے، اور یہ استعمال جتنا زیادہ ہو گا آپ کی تحریریں اتنی ہی سہولت اور قوت کے ساتھ نمودار ہوں گی۔

اگر آپ کو وقت ملے تو ہر روز دو تین صفحے ضرور لکھئے، اور اس کام کو جاری رکھئے، یہاں تک کہ آپ اس کے عادی ہو جائیں۔

پست ہمتی کو ہرگز قریب نہ آنے دیجئے اگر آپ کی ابتدائی تحریریں تشفی بخش ثابت نہ ہوں، اگر مدیر انہیں واپس کر دیں، یا پڑھنے والے ان کی قدر نہ کریں۔ مشہور سے مشہور مصنفوں کو بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ ابتداء میں ان کے کارنامے بالکل ردی سمجھے جاتے تھے۔ انگلستان کے سب سے زیادہ مشہور اور معمر مصنف برنرڈ شا کو (جیسا کہ خود اس نے اپنی ابتدائی کتابوں کے جدید ترین دیباچوں میں لکھا ہے) برسوں ناقدری کے صدمے اٹھانے پڑے ہیں۔ اور ٹامس ہارڈی جیسا اعلیٰ درجہ کا ادیب اور ناول نگار تو مرتے دم تک مدیروں اور تنقید نگاروں سے خائف تھا۔ وہ جب کبھی کوئی نئی نظم اشاعت کے لئے روانہ کرتا تو مدیروں کو

لکھدیا کرتا تھا کہ اگر اس میں غلطیاں ہوں تو براہ کرم ان کی اصلاح کردیجئے"۔

غرض اکثر اعلیٰ پایہ کے انشاپردازوں اور شاعروں کو اول اول ابنائے زمانہ کی ناقدردانیوں اور سرد مہریوں سے سابقہ پڑا ہے مگر انھوں نے کبھی استقلال اور ہمت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ہر وقت اس خیال کو پیش نظر رکھا کہ دنیا کی اعلیٰ ترقیاں انہی کو حاصل ہوتی ہیں جو صبر و استقلال کے ساتھ محنت کئے جاتے ہیں۔

اپنی ناکامیوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیجئے۔ اگر آپ کی کوئی کتاب یا مضمون یا افسانہ کسی ناشر یا مدیر کے یہاں سے واپس کردیا گیا ہو تو اُسے پڑھئے اس کا تجزیہ کیجئے اور اس وقت تک خاموش نہ بیٹھئے جب تک آپ کو وہ نقص نہ معلوم ہو جائے جس کی بناء پر آپ کی کتاب یا مضمون واپس کردیا گیا ہو۔ ممکن ہے کہ آپ کا موضوع یا نہج تحریر مناسب نہ ہو یا وہ طویل ہو یا اس کا اسلوب بے حد بلند پرواز یا رنگین، یا پرتکلف ہو یا اس میں جدید ترین دلچسپیوں کا فقدان ہو یا کوئی اور خامی ہو۔ ساتھ ہی جس رسالے میں آپ اپنا مضمون یا افسانہ چھپوانا چاہتے تھے اس کے جدید مطبوعہ مضمونوں اور افسانوں کے ساتھ اپنے واپس شدہ مضمون یا افسانے کا مقابلہ کیجئے۔ غرض اس طریقۂ کار سے آپ آخر کار معلوم کرلیں گے (بشرطیکہ آپ کو اپنی نسبت مغالطہ نہ ہو) کہ کوئی نہ کوئی خامی ضرور رہ گئی تھی جو نظر ثانی میں ذرا سی محنت اور توجہ کے بعد دور کی جا سکتی ہے۔

اپنے موضوع کے انتخاب میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیجئے۔ اس گر کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے کہ آپ کی انشاپردازی اسی وقت ترقی کر سکتی ہے جب آپ کی تحریروں میں پڑھنے والوں کی دلچسپی کے سامان موجود ہوں۔ اور

آپ کی تحریریں اسی وقت دلچسپ سمجھی جائیں گی اور مقبول ہوں گی جب آپ کے موضوع میں جدت اور شگفتگی ہو اور وہ موقع کے مناسب ہو نیز آپ کا اسلوب نہایت سلیس اور اچھا ہو۔

اردو زبان میں انشاپردازی کا میدان ابھی بہت خالی ہے۔ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں اتنے زیادہ اصحاب اس فضا میں سرگرم کار ہیں کہ نیا شخص ترقی پانا تو کجا، آسانی کے ساتھ جگہ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ کام کرنے والوں کی اس کثرت کے باوجود وہاں کے رسالوں کے مدیر ہمیشہ شاکی رہتے ہیں کہ اچھے افسانے اور مضمون کم دستیاب ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں اردو رسائل کے مدیرین قحط الرجال کی جتنی شکایت کریں بجا ہے۔ اگر آپ ان سے تبادلۂ خیال کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ کن کن طریقوں سے کوششیں کر رہے ہیں کہ نئے انشاپرداز پیدا ہوں اور یہ کہ اچھے انشاپردازوں کی ہمت افزائی کے لئے وہ کہاں تک تیار ہیں۔

اگر آپ کائنات اور اس کے کاروبار میں دلچسپی لیتے ہیں تو آپ کے ذہن میں خیالات کی کبھی کمی نہیں ہو سکتی، اگر معمولی نقل و حرکت اور روزمرہ کے کام کاج کے وقت آپ کی آنکھیں کھلی اور آپ کے کان تیز ہوں تو آپ کبھی مضمونوں اور افسانوں کے مطالعہ سے محروم نہیں رہ سکتے مشہور انگریز مصنف آرنلڈ بینٹ نے ماحول کے حالات اور اطراف و اکناف کی تاریخ سے عام لوگوں کی بے پروائی اور تغافل کی نسبت بالکل ٹھیک لکھا ہے:۔

یہ واقعہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اصحاب جو دنیا کے خالی اور ظلمت کدہ ہونے کے شاکی ہیں اپنی آنکھوں اور کانوں کو اُن دلچسپیوں کی طرف سے بند رکھنے کا تصفیہ کئے رہتے ہیں جو ہر طرف سے ان کی طرف بڑھتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ خیال بڑے بڑے شہروں مثلاً لندن کے کسی رہنے والے پر تو خاص طور پر

منطبق ہو سکتا ہے۔ وہ ہر صبح اپنی ریل گاڑی، یا بس، یا ٹرام کیلئے قریب ترین راستہ اختیار کرتا ہے اور یہ کبھی نہیں سوچتا کہ جن راستوں سے وہ گزر رہا ہے ان کی داستان ماضی کسی اور تاریخ سے کم دلچسپ نہیں ہے وہ شام کو بھی اسی قریبی راستے سے واپس ہوتا ہے۔ اگر وہ اتوار کو کہیں باہر نکلتا ہے تو پہاڑیوں یا گولف کورس کا قریب ترین راستہ لیتا ہے وہ اپنی اس روزمرہ کی فضا سے باہر ہونے پر خوش ہوتا ہے جس سے وہ اس لیے متنفر ہے کہ اس کی جیسی اعلیٰ دماغ شخصیت کے لئے وہ پامال اور دلچسپیوں سے محروم ہے"۔

جو انشاء پرداز غیبی الہاموں کے منتظر بیٹھے رہے کامیاب مصنفوں کی فہرست میں شائد ہی شامل ہو سکے۔ صرف اس وہم پر اڑے رہنا کہ میں اس وقت تک نہیں لکھوں گا جب تک طبیعت لکھنے کی طرف مائل نہ ہو بہت سے ایسے زرین مواقع کو کھو دینا ہے جو موقع بموقع مناسب موضوعوں سے آپ کی ضیافت کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک کوئی شخص وقت پر مناسب موضوعوں سے مستفید ہونا نہ سیکھے انشاء پردازی میں مقبولیت اور ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے خاص خاص لمحے، گھڑیاں اور گھنٹے ہی ہوں گے جن میں آپ زیادہ سہولت اور شگفتگی کے ساتھ تخلیقی کام کر سکتے ہیں۔ ایسے اوقات میں ممکن ہے ناشتے سے قبل یا رات کے کھانے کے بعد کا وقت زیادہ اہمیت رکھتا ہو۔ بہر حال آپ اپنے حالات اور طبیعت کے مناسب کسی وقت کا انتخاب کر کے جہاں تک ہو سکے اس کو لکھنے کے لیے مخصوص کر لیجئے۔ لیکن یہ بھول لیے نہیں کہ ایسے موقع بھی پیدا ہونگے جب کہ آپ کو دن یا رات کی کسی اور گھڑیوں میں بھی ادبی کام کرنے پر مجبور

ہونا پڑے گا اُن کے لیے تیار رہئے۔

اگر آپ مستقل اور مکمل تصنیف پیش کرنا چاہتے ہوں، اگر آپ کا خیال ہو کہ جلد سے جلد اپنے ہم چشموں اور ہم مشق انشاپردازوں میں سے سب پر سبقت لے جائیں اور اگر آپ اپنی نامعلوم قوتوں سے پورا فائدہ اٹھانے کے خواہشمند ہوں تو آپ کو چاہیئے کہ اپنے تئیں جگہ اور وقت میں مقید نہ کریں بلکہ ہر جگہ اور ہر وقت کام کر سکنے کی عادت پیدا کریں۔

ایک عرصے تک بارہا تجربہ کر کے اس امر کا اندازہ لگائیے کہ آپ روزانہ اوسطاً کتنا لکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ محسوس کریں کہ یہ اوسط ناکافی ہے تو ایک کم سے کم مقدار مقرر کر لیجئے، اور تہیہ کیجئے کہ جب تک اتنا نہ لکھیں نہ اٹھیں گے ساتھ ہی انسانی کمزوریوں کو بھی ملحوظ رکھئے۔ روزانہ کے کام کا معیار اور اپنی تحریر کے صفحات کی تعداد بہت زیادہ مقرر نہ کیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناقابل عمل خیال کو پورا کرنے کی کوششوں میں ہر روز جو زحمت اور اکثر وقعہ ناکامی ہو گی وہ آپ کی خود اعتمادی کو نقصان پہنچائے۔

اگر آپ تین ماہ تک ایک مناسب نظام العمل کی پابندی کرنے کا ارادہ کر لیں اور اس میں ناکام نہ رہیں تو آپ اپنی تحریری پیداوار، اور اپنے قلم کی قوتوں کی فراوانی سے اس قدر مسرور ہوں گے کہ پھر کبھی وہ دقیانوسی اور منحوس خیال آپ کی توجہ نہ حاصل کر سکے گا کہ ........

"جب دل چاہا کام کیجئے، جتنا لکھ سکیں لکھئے۔ اور ہمیشہ ایک غیبی الہام کے منتظر رہئے تا کہ آپ کی طبیعت پر لکھنے کی کوئی خاص کیفیت طاری ہو"۔

صحیح کامیابی اور سچی مسرت صرف کام ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور کہنہ مشق شاعروں اور ادیبوں کو بھی کام کرنا پڑتا ہے۔

بغیر کام اور محنت کے کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جدید ترین انکشافات میں بھی کوئی ایسی کل ایجاد نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے بغیر کام اور محنت کے کوئی مضمون یا افسانہ تو کجا معمولی سی تحریر ہی تیار ہو سکے۔

یہ ممکن ہے کہ آپ کے بعض ساتھیوں یا آپ سے کم اہلیت رکھنے یا کام کرنے والوں کو آپ سے زیادہ شہرت اور کامیابی حاصل ہو گئی ہو۔ مگر آپ اپنی موجودہ حالت سے بھی مایوس نہ ہو جائیے۔ اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جو چیز دیر سے حاصل ہوتی ہے دیر تک باقی رہتی ہے۔ اگر آپ اپنے ان ساتھیوں بلکہ بزرگوں کے حال پر ایک نظر ڈالیں جو آپ سے زیادہ کام کرنے اور آپ سے زیادہ اہل ہونے کے باوجود آپ کے جیسا ایک بھی مضمون یا افسانہ نہیں لکھ سکتے تو آپ اپنی حالت اور مقبولیت کو حد درجہ غنیمت سمجھیں گے۔ کبھی تصویر کے صرف ایک رخ پر نظر نہ رکھیئے۔

خلوص سے کیا ہوا اور اچھا کام کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ آپ کے کام کا سب سے بڑھ کر انعام خود "آپ کا کام" ہے۔ کیا یہ کوئی ادنیٰ کامیابی ہے کہ آپ کام کرتے ہیں آپ کا مقصد پورا ہوتا ہے، آپ کے خیال کی تکمیل ہوتی ہے، آپ کے خواب صحیح نکلتے ہیں اور آپ کے اس ذرا سے ذہنی ارادے کو جس کی تکمیل کا آغاز نہایت معمولی حیثیت سے ہوا ننھا خاص شکل و صورت حاصل ہو جاتی ہے، اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور آخر کار وہ دوسروں کے قلوب کو گرمانے اور دماغوں کو غذا اور تقویت پہنچانے کے لئے باقی رہ جاتا ہے۔

# ضمیمہ

## مضمونوں کے موضوع

اس کتاب کی دوسری فصل "کیا لکھیں" میں مضمون نگاری کے لئے موضوع حاصل کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اسی سلسلے میں حسب ذیل چارسو (۴۰۰) عنوانات پیش کئے جاتے ہیں جو تخیل سے کام لینے والے انشاپردازوں کے لیے بہترین سے بہترین مضامین کے موضوع بن سکتے ہیں ان عنوانات پر ہر شخص ایک ہی طرح مضمون نہیں لکھ سکتا کسی شخص کی ذاتی معلومات جتنی زیادہ ہوں گی اور قوت تخیل جتنا زیادہ بلند پرواز ہوگا اتنا ہی اس کا مضمون وسیع، مفید اور دلچسپ ہوگا ان عنوانات کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ایک ایک لفظ پر غور و خوض کرنے سے کتنے عنوان بن سکتے ہیں! اگر آپ کسی لغت پر صحیح طریقے سے نظر ڈالیں تو اس قسم کے سیکڑوں عنوان خود مہیا کر لے سکیں گے۔

**آداب** ۔ آداب مجلس۔ آداب مشاعرہ۔ جب آپ کھانے پر ہوں۔ عصرانہ میں۔ روایات کی پابندی۔ دفتری آداب۔ کھیل میں۔

**آمدنی** ۔ خاندانی جائدادیں۔ کسب کمال۔ آمدنی کا بہترین مصرف۔ دنیا کا سب سے مالدار انسان۔ احتیاط اور ترقی۔ جز معاش آدمی۔ بیوی کی آمدنی۔ رشوت۔ روپے کی گرمی۔ ناجائز آمدنی۔

آنکھ۔ آنکھوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ آپ کہاں تک دیکھ سکتے ہیں۔ آنکھ بچانا۔ نظر کیسے لگتی ہے۔ آنکھ مارنے کا اثر۔ پتلیوں کے رنگ اور کردار۔ آنکھ کا جادو آنکھ کی حفاظت۔

آواز۔ آواز کا اثر۔ آواز اور کردار۔ زرین آواز (سینما کے ایکٹروں کی آوازیں) مشہور مقرروں کی آوازیں۔ رکارڈ کیسے بنتے ہیں۔ جانوروں کی آوازیں۔ راستے کی آوازیں۔ غیبی آواز۔

ایجاد۔ سب سے زیادہ مفید ایجاد۔ کیا جدید ایجادات سے انسان کو آرام ملا۔ جدید معجزے۔ اتفاقی ایجادات۔ موجدوں کی قسمیں۔ دنیا کا مستقبل۔ ایجاد بند۔

بچہ۔ بچہ کی تربیت۔ غبی بچے۔ کیا بچپن کی خوشیاں قابل رشک ہیں۔ حسین بچے۔ بچوں کی حکومت۔ بچوں کو کس طرح خوش رکھیں۔ کیا پہلا بچہ خراب نکلتا ہے۔ بچوں کے دانتوں کی حفاظت۔ اکلوتا بچہ۔

پُل۔ دنیا کا سب سے بڑا پُل۔ ہمارے شہر کے پُل۔ بھری ندی پر پل بنانا۔ پُل پر کسی جگہ لوگ کیوں جمع ہوتے ہیں۔

پھول۔ عورت پھول سے کیوں خوش ہوتی ہے؟ پھولوں کے نام۔ گلاب کی قسمیں پھولوں کی آرائش۔ پھولوں کی حفاظت۔ میرا محبوب پھول۔ پھولوں کے رنگ پھول اور جذبات۔

پیشہ۔ آبائی پیشہ۔ عورتوں کے لئے پیشے۔ کاروباری آدمی۔ تجارت کی دلچسپیاں۔ پیشے سے دلبستگی۔ سب سے اچھا پیشہ۔ پیشہ ور آدمی۔ پیشہ وروں کی زبان۔ پیشہ ور کردار۔

پینا۔ شراب کی شناخت۔ چائے کی عادت۔ مشہور چائے پینے والے۔ بے ضرر مشروبات شربتوں کے فوائد۔ کافی بہتر ہے یا چائے۔ نشہ کی پہلی علامت۔ شرابی شوہر

شربت بنانے کے طریقے۔

**تجربہ** ۔ آزمانے کو آزمانا۔ تجربہ کار لوگ۔ ملازمت کی شرائط۔ میرا دلچسپ تجربہ۔
تجربے کی درسگاہ۔ بعض تلخ تجربے۔ سیر و سیاحت۔

**تعلیم** ۔ موجودہ تعلیم کے نقائص۔ تعلیم کو دلچسپ بنانے کے طریقے۔ صحیح تعلیم کیسے کہتے ہیں؟
بچے جو نہیں پڑھتے۔ خانہ داری کی تعلیم۔ بوڑھوں کی تعلیم۔ شادی کے بعد کی تعلیم۔

**جرم** ۔ مشہور قید خانے۔ مشہور جرائم پیشہ۔ جدید ترین جرم۔ چوروں کی حفاظت۔
جرائم کا انسداد۔ خفیہ پولیس کی کامیابیاں۔ کیا بعض انسان جرائم پیشہ پیدا ہوتے ہیں۔
خالی تجوریاں۔ مہذب ڈاکو۔

**چاء** ۔ چاء خانہ۔ چاء خانوں کی گپ۔ چاء خانے کی آمدنی۔ کیا چاء نوشی مضر ہے؟
بہترین چاء۔ چاء کی تاریخ۔ چاء خانوں کی تباہ کاریاں۔ چاء خانہ ایک درسگاہ ہے

**چھٹیاں** ۔ پرلطف چھٹیاں۔ چھٹیوں کے دوست۔ چھٹیاں منانا ایک فن ہے۔ چھٹیوں
کے مخالف (وہ مشہور اور بڑے لوگ جو چھٹیاں نہیں مناتے) چھٹیوں کے خطرے
سیر و سیاحت۔ گھر کا آرام۔

**چہرہ** ۔ خاص خاص پیشہ وروں کے چہرے۔ چہرہ بنانا۔ چہرہ کی احتیاط۔ آپ کا
آئینہ کیا کہتا ہے؟ چہرہ اور کردار۔ حسین چہرے۔ مردانہ چہرہ۔

**حادثہ** ۔ مشہور حادثے۔ بال بال بچنا۔ مہلک سڑکیں۔ صبا رفتار سواریاں۔ روزمرہ
کے حادثے۔ حادثوں کے وقت۔ (اکثر حادثے خاص خاص معین اوقات میں
ہوتے ہیں) حادثے کے بعد۔

**ث**

**حیوانات** ۔ حیوانوں کے جذبات۔ حیوانی ظرافت۔ کیا حیوانوں میں ظرافت ہوتی ہے؟ وحشی
جانور۔ خطرناک شکار۔ سب سے خوشنما حیوان۔ حیوانوں کی شکر گزاری یا مقبول حیوان۔

**خط** ۔ خط اور کردار۔ خطوط نویسی اور شخصیت۔ بیوی کے خطوط۔ کاروباری خطوط

مشہور آدمیوں کے عشقیہ خطوط۔ بچوں کے خطوط۔ عجیب وغریب اسٹامپس۔ خطرناک خطوط ہمارے ملک کے اسٹامپس۔ خوشخطی۔

دربار۔ دربار کے آداب، دربار نشین۔ قدیم دربار۔ مغلیہ دربار۔ درباداری۔

دفتر۔ دفتر کی دوستی۔ دفتر کے آداب۔ دفتری آدمی۔ دفتری عادتیں۔ خانگی دفاتر ترقی کے مستحق۔ دفتری ترقیاں۔ سفارشیں۔ تقرر کے وقت۔ حکام کی ناز برداری دفتری کام۔

دلہن۔ حجلۂ عروسی۔ دلہن کا لباس۔ گربہ کشتن روز اول۔ جدید دلہنیں۔ دلہن کی آرائش

دماغ۔ کس طرح سوچیں۔ دماغ کی تربیت۔ دماغی قوتوں سے استفادہ۔ غور و فکر کی عادت مشہور مفکرین۔

دن۔ دن کا بہترین وقت۔ پرسوں۔ دن کو سونا منحوس دن۔ گزرا ہوا دن۔ دن گزارنا۔

دوستی۔ سچی دوستی۔ دوستی کے ضرر۔ راستے کے دوست۔ مطلب کے دوست۔ کون لوگ دوست نہیں بن سکتے۔ دوست یا شناسا۔ لنگوٹی آشنا۔ بعض مشہور دوستیاں خطرناک دوستیاں۔

ڈاکٹر۔ ڈاکٹروں کے راز۔ نیم حکیم۔ بے درد ڈاکٹر۔ کیا عورتیں زیادہ ہمدرد ڈاکٹر بن سکتی ہیں؟ ڈاکٹر کی آمد سے قبل۔ ڈاکٹروں سے پرہیز۔ ڈاکٹری دوائیں۔

زبان۔ دنیا کی زبانیں۔ (ان کی تعداد اور خصوصیتیں) زبان کس طرح سیکھیں؟ اہل زبان۔ غیر زبان کیوں سیکھیں؟ آسان ترین زبان۔ بعض دلچسپ زبانیں۔ زبان کس کو کہتے ہیں؟

زندگی۔ کون لوگ زیادہ جیتے ہیں۔ زندگی سے لطف اٹھانا۔ کامیاب زندگی کے راز۔ زندگی زندہ دلی کا ہے نام۔

سڑک۔ ربر کی سڑکیں۔ ہمارے شہر کی سب سے بڑی سڑک۔ قدیم سڑکیں۔ خطرناک سڑکیں۔

**سفر**۔ دنیا کی بہترین تفریح گاہیں۔ سفر میں کن امور کا زیادہ خیال رکھنا چاہئیے۔ دنیا کے مشہور سیاح۔ کیا سفر کرنے والے زیادہ زندہ رہتے ہیں۔ سفر کی سہولتیں۔

**سونا**۔ کتنی دیر سونا چاہئیے؟ آپ خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ صبح خیزی۔ خوفناک خواب سوتے میں کام کرنا۔

**شادی**۔ عورتیں کیوں شادی کی خوشیاں مناتی ہیں۔ شادی کے رسوم۔ شادی کے بہترین تحفے۔ کیا بیویاں محکوم ہیں۔ بیواؤں کی شادیاں۔ جہیز۔ شادی کی ضرورت شادی کی بہترین عمر۔

**شہر**۔ ہندوستان کا سب سے خوبصورت شہر۔ شہروں کی آب وہوا۔ شہری انسان بہتر ہوتے ہیں یا دیہاتی؟ ہمارے شہر کی چہل پہل۔ شہر کا مرکز۔ شہروں کی آبادیاں۔

**شوہر**۔ بہترین شوہر۔ خاموش شوہر۔ کس پیشے کا آدمی بہترین شوہر ہو سکتا ہے؟ جھگڑالو شوہر۔ محتاط مرد۔ مسرف بیویاں۔ شوہر کی تلاش۔

**صحت**۔ صحت کس طرح قائم رہتی ہے؟ کاروبار اور صحت۔ دردِ سر کس بات کی علامت ہے۔ صحت اور کام۔ روحانی صحت۔ صحتمند لوگ۔

**عشق**۔ کیا عشق دیرپا ہے؟ جدید طرز کی عاشقی۔ کیا پہلا عشق بہترین ہوتا ہے؟ عشق اور شادی۔ عشقیہ خطوط۔ زبانِ عشق۔ عشق اور شہوت۔

**عمارت**۔ ہندوستان کی قدیم ترین عمارت۔ ہمارے شہر کی سب سے خوبصورت عمارت جدید طرز کی عمارتیں۔ اپنا گھر بنانا۔ محفوظ عمارتیں۔ مشہور معمار۔ فری میسن کے اسرار

**عمر**۔ عمر کا بہترین زمانہ۔ سا ٹھا پاٹھا۔ ہاتھ کی لکیروں سے عمر معلوم کرنا۔ خطرناک عمر۔ جوانی دیوانی۔ منحوس سال۔ عمر کیسے بڑھتی ہے؟

**فیشن**۔ فیشن کے غلام۔ عورتوں کے فیشن۔ فیشن کی تبدیلیاں۔ جدید ترین فیشن۔

**کام** ۔ بڑے آدمیوں کے کام (یعنی وہ کس طرح کام کرتے ہیں) آج کا کام ۔ سچا کام
پیشے اور کام ۔ کام کرنے والی بیویاں ۔ کام کی عادت ۔ کامیاب آدمی ۔

**کتابیں** ۔ کونسی کتابیں زیادہ فروخت ہوتی ہیں؟ دس بہترین کتابیں ۔ ہمارا سب سے
بڑا شاعر ۔ چھٹیوں کی کتابیں ۔ بچے کیا پڑھتے ہیں ۔ خریدنے کے قابل کتابیں ۔ کتابوں کی حفاظت

**کردار** ۔ خط اور کردار ۔ چہرہ اور کردار ۔ آپ کس طرح چلتے ہیں؟ (چال سے کردار معلوم کرنا)
لباس اور کردار ۔ جدید طرز کے کردار ۔ اسلوب اور کردار ۔ کردار بنانا ۔

**کلب** ۔ کلب باز آدمی ۔ محدود کلب ۔ عورتوں کے کلب ۔ کلبوں کے خاص خاص
رسوم ۔ کلب کی پابندی ۔

**کھانا** ۔ سادہ غذا ۔ بہترین ناشتہ ۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ۔ گرمیوں کی غذا ۔ سردیوں
کے کھانے ۔ غذا اور کردار ۔ ہاضمہ کا خیال ۔ آپ کا ذوق طعام ۔ کیا ہم مناسب
غذا کھاتے ہیں ۔ غذا اور عمر ۔

**کھیل** ۔ بہترین کھیل (کونسا ہے) بارش کے کھیل ۔ مدرسے کے کھیل ۔ کھیلوں کی تاریخ ۔
کھیل کا فلسفہ ۔ جدید ترین کھیل ۔ کھیلوں کے مختلف اثر ۔ مشہور کھلاڑی ۔

**گفتگو** ۔ فن گفتگو ۔ عورتیں کیا گفتگو کرتی ہیں؟ زہریلی زبانیں (فتنہ بپا کرنے والے
لوگ اور ان کے طریقے) ۔ بہترین گفتگو کرنے والے ۔ سلیقہ گفتگو ۔ گفتگو کے راز ۔

**لباس** ۔ قدیم و جدید فیشن ۔ کیا عورتیں مردوں کو خوش کرنے والا لباس پہنتی ہیں؟ گھر
کا لباس ۔ گرم کپڑے ۔ لباس کا ذوق ۔ کیا رفتہ رفتہ لباس ترک ہو جائے گا ۔

**مدرسہ** ۔ مدرسہ کا انتخاب ۔ مخلوط تعلیم ۔ مدرسے کا نظم ۔ کیا مدرسے کا زمانہ واقعی مسرت
آگیں ہے؟ بہترین مدرسے ۔ عورتوں کے مدرسے ۔ مدارس شبینہ ۔ مدرسہ اور تربیت ۔

**مستقبل** ۔ مشہور پیشین گوئیاں ۔ سائنس اور دنیا کا مستقبل ۔ نجومی ۔ مرد آخر بیں ۔ مستقبل
کے آدمی ۔

**مشغلہ** ۔ آپ کا محبوب مشغلہ ۔ مشہور آدمیوں کے محبوب مشغلے ۔ شوہر کے لئے خانگی مشغلہ ۔ بچوں کے مشغلے ۔ عورتوں کے مشغلے ۔ باغبانی ۔ مرغبانی ۔ مشغلۂ بیکاری ۔

**موسم** ۔ بہترین موسم کونسا ہے ۔ موسم بہار ۔ بادشمال ۔ جاڑوں کی راتیں ۔ موسم کیسے بدلتے ہیں ؟ موسموں کی پیشین گوئیاں کس طرح کی جاتی ہیں ؟ موسم کا اثر منافع پر موسم اور صحت

**موسیقی** ۔ مشہور موسیقی داں ۔ موسیقی کی تاریخ ۔ کیا موسیقی ہاضمہ کی موید ہے ؟ موسیقی کا بہترین طریقہ ۔ بہترین باجا ۔ موسیقی اور قسمت ۔ موسیقی سیکھنا ۔ مغربی اور مشرقی موسیقی کا فرق ۔

**موقع** ۔ موقع کیا ہے ؟ موقع کھونا ۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ۔ ترقی کا راز ۔ بے موقع باتیں ۔

**مہمان** ۔ طفیلی مہمانوں کی قسمیں ۔ بدتمیز مہمان ۔ جب آپ میزبان ہوں ۔ مہمان کی مدارات ۔ مہمان کے آداب ۔ مہمان خانہ ۔ مہمانوں کا انتخاب ۔

**نام** ۔ نام کیا ظاہر کرتے ہیں ؟ بچہ کے نام کا انتخاب ۔ محلوں اور گلیوں کے نام اور ان کی تاریخ ۔ نام کس طرح یاد رکھیں ؟ نام کس طرح جاری ہوئے ۔ آپ دستخط کس طرح کرتے ہیں ؟ جعلی دستخط ۔

**وعدہ** ۔ وعدہ خلافی ۔ ایفائے عہد ۔ مشہور پیماں شکن ۔ وعدہ کی نفسیات

**ہوا** ۔ بہترین ہوا ۔ ہوائی تماشے ۔ ہوائی جہاز کا مستقبل ۔ کھلی ہوا کے ذریعہ علاج ہوا اور حسن ۔ مضر ہوائیں مشہور ہوا باز ۔

**یاد** ۔ بچپن کی یاد ۔ دوستوں کی یاد ۔ مشہور یادداشتیں ۔ یادگار دن ۔ کمزور حافظے ۔ یاد آنے والی باتیں ۔ یاد دہانی ۔ یادگار زمانہ ۔

# فن انشا پردازی کے بعد

اگر آپ کو ایسی ہی کتابوں سے دلچسپی
پیدا ہو جائے تو ذیل کی کتابیں پڑھئے

اُردو کے اسالیبِ بیان
روحِ تنقید
تنقیدی مقالات
ادبی تاثرات

اسی ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ہر کتاب شوق سے
پڑھئے اور مضامین لکھتے جائیے انشا پردازی
میں کافی مہارت حاصل ہو جائے گی۔

یہ سب کتابیں سب رس کتاب گھر
خیریت آباد حیدرآباد
سے مل سکیں گی۔

مطبوعہ
اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن

| | | | |
|---|---|---|---|
| 11/3/67 | 26/3/67 | | |